تحقیق وتنقید

قسط نمبر ①

# صحیح بخاری کی بعض احادیث پر
# علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید کے بعد دینِ اسلام کا سب سے صحیح ترین مجموعہ امام المحدثین سید الفقہاء امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی کتاب "الجامع المسند الصحیح" ہے اور اس کے بعد امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ کی کتاب "المسند الصحیح" ہے۔

چنانچہ امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"ما في هذه الكتب كلها أجود من كتاب محمد بن إسماعيل البخاري." (تاريخ بغداد: ٢/٩، مقدمة فتح الباري، ص: ١٠)

اسی طرح امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے:

"ما في هذه الكتب خير و أفضل من كتاب محمد بن إسماعيل البخاري." (مقدمة أطراف الغرائب للمقدسي: ٢٠/١)

امام ابواحمد الحاکم الکبیر نے فرمایا ہے:

"ولو قلت إني لم أر تصنيفا يفوق تصنيفه في المبالغة والحسن أو لم أسمع بآدمي يُسرول في باب الحديث بمثله، رجوت أن أكون صادقاً في قوله." (كتاب الأسامي والكنى: ٤٢١/٥)

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کسی اہلِ علم نے انکار نہیں کیا، صحیح بخاری کی اصحیت اور عظمت ہر دور میں مسلّم رہی ہے اور ہمیشہ سے علمائے کرام کے ہاں اسے تلقی بالقبول کا شرف حاصل رہا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"ولا نعلم من حملة الحديث وحفاظهم من استقصى في انتقاد الرواة ما استقصى محمد بن إسماعيل البخاري مع إمامته و تقدمه في معرفة الرجال و علل الحديث." (المعرفة للبيهقي: ٢١٧/٣، نصب الراية: ٣٣٧/٢)

صحیحین اور بالخصوص صحیح بخاری کے بارے میں انھی آراء کی بنا پر حافظ ابن صلاح، شمس الائمہ سرخسی، علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ ان کی احادیث قطعی طور پر صحیح ہیں اور ان سے علم قطعی نظری حاصل ہوتا ہے۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"وهؤلاء وإن كانوا أقل عدداً إلا أن رأيهم الرأي.

تعيرنا أنا قليل عديدنا
فقلت لها: إن الكرام قليل"

(فيض الباري: ٤٥/١)

البتہ اس قطعیت سے وہ چند احادیث مستثنیٰ ہیں جن پر امام دارقطنی رحمہ اللہ وغیرہ نے تنقید کی ہے، لیکن اس کا نتیجہ یہ قطعاً نہیں کہ وہ احادیث ضعیف ہیں۔ علامہ وزیر الیمانی رحمہ اللہ نے انھی جیسی روایات کے بارے میں فرمایا:

"اعلم أن المختلف فيه من حديثهما هو اليسير، وليس ذلك اليسير ما هو مردود بطريق قطعية ولا إجماعية، بل غاية ما فيه أنه لم ينعقد عليه الإجماع." (الروض الباسم: ٧٩/١)

اسی حقیقت کا اظہار ماضی قریب میں علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے "الباعث الحثیث" کے حاشیے (ص: ۳۵) میں فرمایا ہے، بلکہ ہر دور میں اہلِ علم نے ان احادیث کی صحت کو ثابت کیا ہے جن پر اصول الروایۃ کے تناظر میں یا منحرفین متجددین نے معنوی طور پر ان کے متون پر اعتراض کیا ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ بعض روایات کے الفاظ میں راوی کے وہم سے اصل روایت کو مشکوک قرار دینا قرینِ انصاف نہیں۔ اسی قسم کے بعض اوہام کے تناظر میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"لا يلزم من وهم الراوی في لفظة من الحديث أن يطرح حديث كله." (فتح الباري: ۲۸۶/۹)

یہی بات انھوں نے فتح الباری میں ایک دوسرے مقام (۴۸۵/۱۳) پر بھی کہی ہے۔

اسی اصولی موقف کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں:

"أما الخطأ فلا يعصم من الإقرار عليه إلا نبي، لكن أهل الحديث يعلمون مثل الزهري و الثوري و مالك و نحوهم من أقل الناس غلطا في أشياء خفيفة لا تقدح في مقصود الحديث، ويعرفون رجالا دون هؤلاء يغلطون أحياناً، و الغالب عليهم الحفظ و الضبط، و لهم دلائل يستدلون بها على غلط الغالط." (منهاج السنة: ۱۱۲/٤)

بالخصوص امام بخاری رحمہ اللہ راوی کے ایسے اوہام کو معرضِ استدلال میں ذکر ہی نہیں کرتے اور نہ وہ حصہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود ہوتا ہے۔ اس نوعیت کی روایات پر تنقید دراصل امام بخاری کے اُسلوب کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام صاحب کے اسی اُسلوب کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

"فإنه أبعد الكتابين عن الانتقاد، و لا يكاد يروي لفظا فيه انتقاد إلا و يروي اللفظ الآخر الذي يبين أنه منتقد، فما في كتابه لفظ منتقد إلا و في كتابه ما يبين أنه منتقد." (منهاج السنة: ٥٩/٤)

اسی حقیقت کا اظہار علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"و الصحيحان هما أصح الكتب بعد كتاب الله تعالى باتفاق علماء المسلمين من المحدثين و غيرهم، فقد امتازوا على غيرهما من كتب السنة بتفردهما بجمع أصح الأحاديث الصحيحة و طرح الأحاديث الضعيفة و المتون المنكرة ...... و ليس معنى ذلك أن كل حرف أو لفظة أو كلمة في الصحيحين هو بمنزلة ما في القرآن، لايمكن أن يكون فيه وهم أو خطأ في شيء من ذلك من بعض الرواة ...... إلخ." (مقدمة شرح العقيدة الطحاوية: ١٤/٤، ١٥)

اس لیے روایت کے بیان میں کسی لفظ میں وہم وخطا کا یہ نتیجہ نہیں کہ وہ پوری روایت غلط اور ضعیف ہے، اس لیے کوئی ''ضعیف'' یا ''منکر'' روایت صحیح بخاری کے موضوع ہی سے خارج ہے، بلکہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض روایات کا دفاع کیا ہے جنھیں بعض حضرات نے ضعیف قرار دینے کی سعیِ نامشکور کی ہے، جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام بخاری اور صحیح بخاری کے بارے میں فرمایا ہے:

"و البخاري من أعرف خلق الله بالحديث وعلله مع فقهه فيه و لهذا كان جمهور ماأنكر على البخاري مما صححه يكون قوله راجحا على قول من نازعه." (التوسل والوسيلة، ص: ١١٦، مجموع الفتاوى: ٢٥٦/١)

صحیح بخاری کی عظمت کا نتیجہ ہے کہ امام ابوزرعہ الرازی، جو امام بخاری کے معاصر اور خوشہ چین تھے، ان کا صحیح مسلم کو دیکھ کر اس پر انکار معروف ہے، مگر اس قسم کا انکار صحیح بخاری کے بارے میں ان سے منقول نہیں۔

امام الحرمین امام عبدالملک الجوینی نے تو فرمایا ہے:

"إنه لو حلف إنسان بطلاق امرأته أن ما في كتابي البخاري و مسلم مما حكما بصحته من قول النبيﷺ لما ألزمته الطلاق ولاحنثته لإجماع علماء المسلمين على صحتهما." (صيانة صحيح مسلم لابن الصلاح، ص: ٨٦، التقييد و الإيضاح، ص: ٣٩)

تقریباً یہی بات امام ابونصر السجزی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے، جیسا کہ حافظ ابن صلاح نے ذکر کیا ہے کہ صحیح بخاری کی معروف روایت:

((من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب.))

(رقم: ٦٥٠٢)

کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"فهذا حديث غريب جداً، لولا هيبة الجامع الصحيح لعدوه في منكرات خالد بن مخلد." (ميزان الاعتدال: ١/٦٤١)

غور فرمائیے! یہ ہے "الجامع الصحيح" کی عظمت و ہیبت کہ خالد بن مخلد کے متکلم فیہ اور منفرد ہونے کے باوجود حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "الجامع الصحيح" کی ہیبت کی وجہ سے اسے خالد کے منکرات میں شمار نہیں کیا گیا، بلکہ اسے صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اور "الموقظة" (ص:۳۵۳) میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اولیائے کرام کی توہین کرنے والوں کے خلاف اس سے استدلال کیا ہے۔

❁ یہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ وہ ہیں جنھوں نے امام ابوجعفر العُقیلی کے بارے میں، جب انھوں نے امام علی بن مدینی کو "الضعفاء" میں ذکر کیا تو فرمایا:

"أفما لك عقل يا عقيلي؟ أتدري فيمن تتكلم؟" (ميزان الاعتدال: ٣/١٤٠)

❁ جنھوں نے امام بخاری کے استاد محمد بن فضل سدوسی پر امام ابن حبان کی جرح پر فرمایا:

"فأين هذا من قول ابن حبان الخساف المتهور." (ميزان الاعتدال: ٤/٨)

❁ فلیح بن سعید کے بارے میں انھوں نے جرح کی تو علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:

"ابن حبان ربما قصّب الثقة حتى كأنه لايدري ما يخرج من رأسه." (ميزان الاعتدال: ١/٢٧٤)

❁ جنھوں نے امام حاکم رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا:

"أما استحى المؤلف أن يورد هذا الحديث الموضوع." (تلخيص المستدرك: ١/٢٣٥)

کبھی کہتے ہیں:

"أما استحي الحاكم من الله يصحح مثل هذا." (ميزان الاعتدال: ٤/٤٤١)

کبھی کہتے ہیں:

"ما كنت أحسب أن الجهل يبلغ بالحاكم إلى أن يصحح هذا." (تلخيص المستدرك: ٢/٦١٧)

❁ امام وکیع بن جراح نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے حوالے سے حدیث بیان کر دی تو ان کے خلاف ہنگامہ کھڑا ہوا جس کی تفصیل "میزان الاعتدال" (۲/۶۴۹) میں عبدالمجید کے ترجمے میں اور "سير أعلام النبلاء" (۹/۱۵۹-۱۶۴) میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے تناظر میں امام وکیع کے بارے میں فرمایا: "أما لك عقل و ورع!"

غور فرمائیے! حافظ ذہبی رحمہ اللہ امام عقیلی، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام وکیع رحمہم اللہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، ان کی جلالت اور ہیبتِ علمی تو انھیں متاثر نہ کر سکی، آخر کیا ہیبت ہے کہ وہ "الجامع الصحيح"

کی "غریب جدا" روایت کو ہدفِ تنقید نہیں بناتے، بلکہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ ہیبت امام المحدثین سید الفقہاء امام بخاری رحمہ اللہ کی عظمت، معرفتِ علل میں ان کی قدرت و منزلت اور "الجامع الصحیح" کے بارے میں امت کا اتفاق اور تلقی بالقبول ہے۔

یاد رہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی بعض روایات پر تنقید کی ہے۔ محمد بن مسلم بن تدرس ابو الزبیر کے ترجمے میں انھوں نے فرمایا ہے:

"وفي صحيح مسلم عدة أحاديث مما لم يوضح فيها أبو الزبير السماع عن جابر، وهي من غير طريق الليث عنه، ففي القلب منها شيء." (ميزان الاعتدال: ٣٩/٤)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی جن روایات کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کے بارے میں عدمِ اطمینان کا اظہار فرمایا ہے، گو ہم ان احادیث کے بارے میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی رائے سے متفق نہیں، مگر ہمارا مقصد یہ ہے کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی بعض روایات کے بارے میں تو مطمئن نہیں، مگر صحیح بخاری کی روایت جسے خود انھوں نے "غریب جدا" کہا ہے، اس کے بارے میں عدمِ اطمینان کا اظہار نہیں کرتے، بلکہ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی ہیبت کی وجہ سے اسے کسی نے منکر نہیں کہا۔

صحیح بخاری کی بعض روایات پر اگر کسی نے نقد کیا بھی ہے تو وہ ایسا نہیں کہ اس سے وہ روایت ضعیف اور غیر معتبر قرار پائے، جیسا کہ قبل ازیں ہم علامہ البانی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے:

"وفي الجملة من نقد سبعة آلاف درهم فلم يرج عليه فيها إلا دراهم يسيرة، و مع هذا فهي مغيرة ليست مغشوشة محضة، فهذا إمام في صنعته." (منهاج السنة: ٥٩/٤)

تقریباً یہی بات علامہ احمد شاکر نے "الباعث الحثيث" (ص: ۳۵) میں فرمائی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے صحیحین کے تلقی بالقبول کے باعث ہی صحیحین اور دیگر کتبِ حدیث کے تقابل میں فرمایا ہے کہ صحیحین کی احادیث پر بلا تامل عمل واجب ہے:

"و إنما يفترق الصحيحان و غيرهما من الكتب في كون ما فيهما صحيحا لا يحتاج إلى النظر فيه، بل يجب العمل به مطلقا، وما كان في غيرهما لا يعمل به حتى ينظر وتوجد فيه شروط الصحيح." (مقدمة شرح مسلم، ص: ١٥. ط: باكستان)

اسی حقیقت کا اظہار علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے "نيل الأوطار" (١٢/١. ط: العثمانية المصرية) اور "قطر الولي على حديث الولي" (ص:۲۱۸) میں کیا ہے۔

ماضی قریب میں محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی جہودِ علمیہ اور خدمتِ حدیث و سنت کا اعتراف تمام علمائے اسلام کو ہے۔ انھوں نے اپنی دانست میں "اصول الروایۃ" کے تحت صحیح مسلم ہی کی نہیں، صحیح بخاری کی بعض روایات کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ ہمارے علم و تتبع کی حد تک صحیح بخاری کی وہ روایات جنھیں انھوں نے ضعیف کہا ہے، آٹھ مسند احادیث اور ایک معلق روایت ہے۔ ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق سے ان روایات پر ضعف کے حکم کا جائزہ اہلِ علم کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ چونکہ خالص علمی و فنی بحث ہے، اس لیے ہم نے اس کی عربی عبارتوں کا ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اگر اس میں کہیں کوئی غلطی محسوس ہو تو برائے مہربانی ہمیں اس سے آگاہ کیا جائے، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

ہم شیخ البانی کے مقام و مرتبے کے معترف ہیں لیکن صحیح احادیث اور بالخصوص صحیح بخاری کا دفاع، دفاعِ اسلام سمجھتے ہیں۔ شیخ مرحوم نے صحیح بخاری کی احادیث کو، جنھیں تلقی بالقبول حاصل ہے، موضوعِ بحث بنایا ہے تو خود ان کی تحقیق و تنقید کا جائزہ شجرۂ ممنوعہ نہیں۔ ہم ان کے خوشہ چین ہیں لیکن ان کی تمام آراء سے اتفاق مشکل ہے اور صحیح بخاری ........... (باقی صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

**بقیہ: علامہ البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ**

کی عظمت بہر حال مقدم ہے۔ افسوس ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کی تائید میں ان کے بعض تلامذہ بھی بڑی جسارت سے صحیحین کی احادیث کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے نہایت پستی کا مظاہرہ کر جاتے ہیں جو کسی صورت محمود نہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور التماس ہے کہ ہمیں "سبیل المومنین" کا راہ رَو بنائے اور ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! (جاری ہے)

## ڈاکٹر فواد سزگین کی رحلت

مشہور ترکی مورخ اور عظیم محقق فواد سزگین ۹۴ سال کی عمر میں وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر فواد سزگین ترکی، عربی، عبرانی سریانی، جرمنی اور لاطینی سمیت ۲۷ زبانوں کے ماہر تھے۔ ان کی مایہ ناز تصنیف تاریخ التراث العربي اپنی مثال آپ ہے۔ ۱۹۶۷ء میں اس کی پہلی جلد لکھی اور تاحال اس پر موصوف کا تحقیقی سفر جاری تھا۔ فی الوقت اس کی ۱۸ ویں جلد پر کام کر رہے تھے کہ وقتِ موعود آ پہنچا۔

انقرہ یونیورسٹی اور بعد ازاں میونخ یونیورسٹی میں پروفیسر رہے۔ ۱۹۵۴ء میں "دراسات حول مصادر البخاري" پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا جس کا عربی ترجمہ مطبوع ہے۔ ہمارے فاضل بھائی جناب پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ حفظہ اللہ اس کا اُردو ترجمہ بھی مکمل کر چکے ہیں۔

تحقیق و تصنیف سے وابستہ اہلِ علم کے لیے مرحوم کی جہدِ مسلسل مشعلِ راہ ہے۔ آج ہمارے فاضل دوست جناب ڈاکٹر خالد ظفر اللہ حفظہ اللہ کی محبت بھری مجلس میں ان کا تذکرہ ہوا تو صاحبِ ذوق قارئین کی خدمت میں چند باتیں عرض کر دی ہیں۔

محترم خالد ظفر اللہ حفظہ اللہ کی پی-ایچ-ڈی ترکی سے ہے، اسی لیے وہ ترکی زبان سے بخوبی آگاہ ہیں۔ انھی کے ہاں آج پہلی دفعہ مصادرِ بخاری پر فواد سزگین کا تحقیقی مقالہ دیکھا تو دل بہت خوش ہوا اور فوراً پڑھنے کو بے تاب ہوا، لیکن "زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم" والا معاملہ درپیش رہا۔

ڈاکٹر صاحب فرما رہے تھے فواد سزگین کی مصادرِ صحیح بخاری پر تحقیق منکرینِ حدیث کے ایک زہریلے پراپیگنڈے کا موثر جواب ہے جو یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ تدوینِ حدیث تاخیر سے شروع ہوئی۔ فواد سزگین نے اپنے مقالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام بخاری نے زبانی روایت حدیث اور بالمشافہ تلقی کے علاوہ اپنے پیشرو متعدد محدثین کی جوامع اور اجزاء سے بھی استفادہ کیا ہے۔ تاہم اس کتاب کے بعض مندرجات پر اہلِ علم نے تحفظات کا اظہار بھی کر رکھا ہے۔

ڈاکٹر فواد سزگین نے ایک اور عظیم یادگار چھوڑی ہے اور وہ ہے اسلامی تاریخ کے ماڈلز پر مشتمل مہنگا اور عظیم ترین میوزیم جس پر انھوں نے انتھک محنت کی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ دو محققین سے اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم کام لیا ہے: ڈاکٹر حمید اللہ اور فواد سزگین۔ لیکن دونوں ہی اپنے ملک میں رہ کر یہ کام نہ کر سکے۔ میں نے عرض کیا کہ شاید ان کی جلا وطنی میں یہی حکمت ہو!

مرحوم کی نمازِ جنازہ ۳۰ جون کو نمازِ ظہر کے بعد جامع سلطان محمد الفاتح (استانبول، ترکی) میں ادا کی گئی، رحمه الله رحمة واسعه.

(ڈاکٹر عبید الرحمان محسن: دار الحدیث، راجووال)

تحقیق وتنقید

قسط نمبر ۲

## صحیح بخاری کی بعض احادیث پر
# علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

**پہلی حدیث:**

محدث العصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے الجامع المسند الصحیح للإمام البخاري کی جن احادیث پر کلام کیا ہے، ان میں سے ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

((قال الله: ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة؛ رجل أعطى بي ثم غدر، و رجل باع حرا فأكل ثمنه، و رجل استأجر أجيرا فاستوفى منه و لم يعط أجره.))

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا؛ ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور توڑ دیا، وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اُجرت پر رکھا، اس سے پوری طرح کام لیا، لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روایت ابن ماجہ، ابن حبان، ابن الجارود، مشکل الآثار، بیہقی، مسند امام احمد، مسند ابی یعلیٰ، المعجم الصغير للطبراني، شرح السنۃ للبغوي میں بھی منقول ہے۔ شیخ مرحوم نے إرواء الغليل میں پہلے تو فرمایا: "حسن أو قريب منه" پھر بحث کے اختتام پر فرمایا:

"خلاصة القول أن هذا الحديث ضعيف، وأحسن أحواله أن يحتمل التحسين، أما التصحيح فهيهات." (الإرواء: ٥/٣٠٨، ٣١٠، رقم: ١٤٨٩)

ضعیف الجامع الصغیر (۳/۶۳، ۶۴، حدیث: ۲۵۷۵) میں اسے ابن ماجہ کے حوالے سے ذکر کیا اور اسے ضعیف قرار دیا۔ اسی طرح ضعیف ابن ماجہ (حدیث: ۵۳۲) اور ضعیف الترغیب (حدیث: ۱۱۸۲، ۱۱۹۳، ۱۷۷۷) میں بھی اسے ضعیف قرار دیا۔ اسی طرح مختصر صحیح البخاري (۲/۱۷۳، ۱۰۵۰) میں بھی اسے ضعیف لکھا اور سلسلة الأحاديث الضعيفة (۱۴/ ۵۸۹، ق: ۲، حدیث: ۶۷۶۳) میں اسے ذکر کیا ہے۔

**سببِ جرح:**

اس حدیث پر علامہ البانی رحمہ اللہ کے نقد و جرح کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا راوی یحییٰ بن سُلَیْم الطائفی مختلف فیہ ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ ہے، مگر اس کا حافظہ کمزور ہے، بالخصوص جب وہ عبیداللہ بن عمر سے روایت کرے۔ انھی کے الفاظ سے یحییٰ بن سلیم کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال ملاحظہ ہوں:

"وثقه ابن معين و ابن سعد والعجلي. وقال النسائي: ليس به بأس و هو منكر الحديث عن عبيد الله بن عمر. و ذكره ابن حبان في "الثقات" وقال: يخطئ. و قال أبو حاتم: شيخ صالح محله الصدق، ولم يكن بالحافظ، يكتب حديثه ولا يحتج به. وقال يعقوب بن سفيان: سني رجل صالح،

وکتابه لا بأس به، فإذا حدث من كتابه فحديثه حسن، وإذا حدث حِفظاً فيعرف وينكر. و أورده النسائي في "الضعفاء والمتروكين" و قال: ليس بالقوي. و قال أحمد: كتبت عنه شيئا فرأيته يخلط في الأحاديث و فيه شيئ. و قال الساجي: صدوق يهم في الحديث و أخطأ في أحاديث رواها عبيد الله بن عمر، و لم يحمده أحمد. و قال أبو أحمد الحاكم: ليس بالحافظ عندهم. و قال الدار قطني: سيئ الحفظ. و قال البخاري: ما حدث الحميدي عن يحي بن سليم فهو صحيح."
(الإرواء: ٥/ ٣٠٨، ٣٠٩)

تهذيب التهذيب سے یہ سارا کلام نقل کر کے علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ومن هذه النقول يتلخص أن الرجل ثقة في نفسه و لكنه ضعيف في حفظه، و خصوصاً في روايته عن عبيد الله بن عمر، يستثنى من ذلك ما روى الحميدي عنه، فإنه صحيح. و هذا الحديث ليس من روايته عنه لا عند البخاري و لا عند غيره ممن ذكرنا من مخرجيه، فلا أدري وجه إخراج البخاري له، فإن مفهوم قول البخاري المذكور أنه ما حدث غير الحميدي عنه فهو غير صحيح." (الإرواء: ٥/ ٣٠٩)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یحییٰ پر اسی کلام کے تناظر میں تقریب میں کہا ہے: "صدوق سيئ الحفظ." (اس پر ہم آئندہ بحث کریں گے، إن شاء الله)۔ اس کے برعکس انھوں نے فتح الباری میں کہا ہے:

"إن الكلام فيه إنما وقع في روايته عن عبيدالله بن عمر خاصة، و هذا الحديث من غير روايته." (فتح الباري: ٤/ ٤١٨)

اس کے علاوہ تقریباً یہی بات اور بھی کئی مقامات پر انھوں نے کہی ہے، جیسا کہ ہم ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔ مگر علامہ البانی فرماتے ہیں:

''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ موقف درست نہیں۔ یہ بعض محدثین، مثلاً: امام ساجی رحمہ اللہ کی رائے ہے، جب کہ دوسرے حضرات نے علی الاطلاق اسے "سيئ الحفظ" کہا ہے، جیسا کہ امام دارقطنی کے کلام میں ہے۔'' (ارواء)

عرض ہے کہ یہ مقید جرح کہ یحییٰ بن سُلیم کی عبیداللہ بن عمر سے روایات میں خطا ہے، یہ صرف امام ساجی کا موقف نہیں، امام نسائی نے بھی یہی فرمایا ہے (کما مر)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"مضطرب الحديث. روى عن عبيد الله مناكير." (سؤالات أبي داود عن الإمام أحمد، رقم: ٢٣٨)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اگر "سيئ الحفظ" کہا ہے، جیسا کہ تہذیب میں ہے تو یہ بھی اس کی عبیداللہ بن عمر کی حدیث کی سند کے تناظر ہی میں کہا ہے، چنانچہ ابن ماجہ (حدیث: ١٠٣٦) وغیرہ کی حدیث (( التسبيح للرجال والتصفيق للنساء )) کو یحییٰ بن سُلیم کبھی عبيد الله عن نافع عن ابن عمر سے اور کبھی عبيد الله و إسماعيل بن أمية عن نافع عن ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔

اسی اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے امام دارقطنی نے فرمایا ہے:

''یہ روایت عبيد الله بن عمر عن أبي حازم عن سهل بن سعد سے معروف ہے اور یحییٰ بن سُلیم ''سيئ الحفظ'' ہے۔'' (العلل: ۱۳/۳۳، ۳۴)

غور فرمایا آپ نے کہ یہاں بھی امام دارقطنی رحمہ اللہ کا یہ قول کہ وہ ''سيئ الحفظ'' ہے، عبیداللہ بن عمر کی روایت کے تناظر ہی میں ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر یحییٰ بن سُلیم کی بیان کردہ ایک سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

''يحي بن سُليم الطائفي وهم فيه، و كان كثير الوهم في الأسانيد.'' (العلل: ۱۲/۳۸۶)

جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یحییٰ کے اوہام اکثر و بیشتر اسانید کے حوالے سے ہیں اور یہی کچھ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ یحییٰ بن سُلیم کی ایک روایت جسے وہ موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں، ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''إسناده حسن إلا أنه مرسل.'' (سنن الدارقطني: كتاب الصيام، باب القبلة للصائم: ۲/ ۱۹۴. ط: دار المعرفة: ۱۹۶۶ء)

اگر یحییٰ بن سُلیم فی الواقع سيئ الحفظ اور اس کی حدیث ضعیف ہوتی تو امام دارقطنی اس کی سند کو حسن قرار نہ دیتے۔

رہا تہذیب میں امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ قول کہ ''ما حدث الحميدی عن يحي بن سُليم فهو صحيح'' تو اولاً گزارش ہے کہ التاریخ الکبیر میں عبداللہ بن نافع کے ترجمے میں یہ قول مذکور نہیں۔ البتہ حمیدی عن يحي بن سُليم کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر ہوا ہے: ''الوسطى العصر.'' ممکن ہے التاریخ کے کسی نسخے میں یہ الفاظ موجود ہوں، مگر اس کے یہ معنی تو قطعاً نہیں کہ امام حمیدی کے علاوہ یحییٰ بن سُلیم کے باقی تلامذہ سے مروی روایات ضعیف ہیں، جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے کلام سے مترشح ہوتا ہے، چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

''و ليس هذا من رواية الحميدي عنه.''

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت بشر بن عبيس بن مرحوم اور يوسف بن محمد العصفري کے واسطے سے بیان کی ہے، بلکہ کوئی روایت بھی امام بخاری نے الجامع المسند الصحیح میں الحميدي عن يحي بن سليم کے واسطے سے ذکر ہی نہیں کی۔ اگر امام بخاری رحمہ اللہ کے ان الفاظ کا مفہوم یہی ہے کہ حمیدی کے واسطے ہی سے یحییٰ بن سُلیم کی روایات صحیح ہیں تو یقیناً انھیں کوئی روایت تو حمیدی کے واسطے سے ذکر کرنی چاہیے تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ یحییٰ بن سُلیم کی روایات کی حیثیت کو جس طرح سمجھتے تھے، اس کا اندازہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے کلام سے ہوتا ہے جسے انھوں نے العلل الکبیر میں نقل کیا ہے، چنانچہ امام ترمذی ذکر کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''رجل صالح صاحب عبادة، يهم الكثير في حديثه إلا أحاديث كان يسأل عنها، فأما غير ذلك فيهم الكثير، روى عن عبيد الله بن عمر أحاديث يهم فيها، و ذكر عدة أحاديث.'' (العلل الكبير: ۲/ ۹۸۱)

جس سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ یحییٰ بن سُلیم کی روایات کی پوزیشن کو خوب سمجھتے تھے اور عبیداللہ بن عمر سے مروی اس کی احادیث کے اوہام سے بھی خبردار تھے۔ اس حقیقت کے باوجود یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ انھوں نے یحییٰ بن سُلیم کی ایسی روایت کو صحیح قرار دے دیا جو ضعیف تھی، جب کہ ان کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ وہ متکلم فیہ راوی سے تب ہی روایت لیتے ہیں جب وہ اس کی صحیح اور ضعیف روایات کو جانتے پہچانتے ہوتے

تھے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"ابن أبي ليلى و هو صدوق، و لا أروي عنه لأنه لا يدري صحيح حديثه من سقيمه، وكل من كان مثل هذا فلا أروي عنه شيئا." (جامع ترمذي مع التحفة: ١/ ٣٦٤، العلل الكبير: ٢/ ٩٧٣)

بالکل اسی قسم کا اظہار انھوں نے زمعہ بن صالح، قیس بن ربیع اور ابومعشر نجیح کے بارے میں بھی کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو العلل الکبیر: ٢/ ٩٦٧، ٩٦٨)

اس لیے یحییٰ بن سُلیم الطائفي سے امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع المسند میں روایت لی ہے تو اس کی صحیح روایت جانچتے ہوئے ہی لی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا متکلم فیہ راویوں سے روایات لینے یا مختلطین یا مدلّسین سے روایت لینے میں انتقا و انتخاب ایک معروف حقیقت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ ہی نہیں، بلکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی یحییٰ بن سُلیم کی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث:۲۲۹۴)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"فما في الكتابين بحمد الله رجل احتج به البخاري أو مسلم في الأصول و رواياته ضعيفة، بل حسنة أو صحيحة!" (الموقظة، ص: ٣٠٧)

اسی حقیقت کا اظہار حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی کیا ہے۔ لہٰذا یحییٰ کے بارے میں سيئ الحفظ کے لفظ سے یا امام بخاری کے قول سے جو نتیجہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اخذ کیا ہے، وہ بالکل درست نہیں!

اب یحییٰ کی حدیث اور اس پر کلام کے حوالے سے مزید چند باتیں ملاحظہ فرمائیے:

① امام بخاری رحمہ اللہ اور
② امام مسلم رحمہ اللہ کا اس سے استدلال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یحییٰ بن سُلیم ضعیف نہیں، بلکہ وہ ان کے نزدیک ثقہ ہے۔
③ امام ابن معین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "ثقة." (التاريخ للدوري: ٢/ ٦٤٨، وبرواية عثمان الدارمي، رقم: ٨٥٩، معرفة الرجال لابن محرز، رقم: ٥٠٦)
④ امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا ہے: "ثقة." (تاريخ الثقات، ص: ٤٧٣)
⑤ امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے: "ثقة." (الثقات: ١٠٩١)
⑥ ابن سعد نے کہا ہے: "ثقة كثير الحديث" (تهذيب التهذيب: ٥/ ٥٠٠)
⑦ ابن حبان رحمہ اللہ نے "الثقات" میں ذکر کیا ہے اور فرمایا: "يخطئ." اور اس حدیث کو انھوں نے الصحیح میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔
⑧ امام ابوحاتم رحمہ اللہ (متشدد ہونے کے باوجود) فرماتے ہیں:

"شيخ، محله الصدق، و لم يكن بالحافظ، يكتب حديثه ولا يحتج به." (الجرح والتعديل: ٩/ ١٥٦)

کون نہیں جانتا کہ امام ابوحاتم "يكتب أحاديثه و لا يحتج به" کے الفاظ ثقات اور صحیح بخاری و مسلم کے رواۃ کے متعلق کہہ دیتے ہیں جن کا اعتبار اہلِ علم نے نہیں کیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے السير للذهبي: ٣/ ٢٦٧، مجموع الفتاوى: ٢٤/ ٣٠، نصب الراية: ٢/ ٤٣٩، ٣/ ٣١١، مقدمه فتح الباري

في ترجمة محمد بن جعفر و محمد بن أبي عدي، ص: ٤٣٧، ٤٤١)

⑨ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ليس به بأس، و هو منكر الحديث عن عبيد الله بن عمر ."

⑩ امام ترمذی رحمہ اللہ اس کی حدیث کو "حسن" اور "حسن صحیح" قرار دیتے ہیں۔ (سنن ترمذی، حدیث: ۵۴۴، ۸۴۷) اور عموماً اس کی عبیداللہ بن عمر سے روایات پر کلام کیا ہے۔ (دیکھیں سنن ترمذی، حدیث: ۱۲۳۶، ۱۲۸۷، ۲۱۲۶)

⑪ امام ابن جارود کا "المنتقى" (حدیث: ۵۷۹) میں اسے ذکر کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یحییٰ بن سُلیم ان کے نزدیک صدوق وثقہ ہے، نیز علامہ ابو اسحاق الحوینی حفظہ اللہ نے "غوث المكدود بتخريج منتقى ابن الجارود" میں اس کی سند کو صالح قرار دیا ہے، بلکہ انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے:

"كان ينبغي (للحافظ ابن حجر) أن يقيد سوء الحفظ بروايته عن عبيد الله بن عمر ."

⑫ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (فتح الباری: ۴/ ۴۱۸) جو ان کے نزدیک یحییٰ کے ثقہ وصدوق ہونے کی دلیل ہے، اس کے علاوہ "الصحيح" (حدیث: ۲۶۹۳، ۲۷۰۷) میں بھی اس کی روایات موجود ہیں۔

⑬ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صدوق لا بأس به ." (الكامل: ١٠/ ٥٧٩)

⑭ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ثابت، یعنی صحیح قرار دیا ہے۔ (معرفة السنن: ۴/ ۵۰۷)

⑮ امام بغوی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (شرح السنة: ۸/ ۲۶۵) (باقی آئندہ)

**بقیہ: اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ**

یہاں عمالِ حکومت کے ذاتی اَخلاق میں چار چیزوں کو اہمیت دی گئی ہے، آج ہماری قیادت میں ایسے نااہل حضرت برسراقتدار آئے ہیں جو کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ساری خرابیوں کی بنیاد ہے، مگر انھیں شبہ ہے کہ شاید نئے حالات میں دین سازگار بھی ہوگا یا نہیں ع "تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو" (اے فلکِ کج رفتار! تم پر افسوس ہے)۔

ہرقل نے جب رومی فوجوں کی متواتر شکست اور پسپائی کے متعلق رپورٹ طلب کی تو ایک بوڑھے رومی نے ان الفاظ میں اسلامی لشکر کے اخلاق کا تذکرہ کیا:

"من أجل أنهم يقومون الليل و يصومون النهار و يوفون بالعهد و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و يتناصفون بينهم، ومن أجل أنا نشرب الخمر و نزني و نركب الحرام و ننقض العهد و نغصب و نظلم و نأمر بالسخط و ننهى عما يرضى الله و نفسد في الأرض . فقال: أنت صدقتني ."

(البداية: ٧/ ١٥)

مسلمان رات کو قیام کرتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں، وعدہ پورا کرتے ہیں، اچھی باتوں کا حکم کرتے ہیں، بری باتوں سے روکتے ہیں اور باہم انصاف کرتے ہیں۔ اور ہم لوگ تمام معاملات میں ان کے الٹ کرتے ہیں۔ ہرقل نے اس کی تصدیق کی۔

جب ایک فوجی سپاہی کا یہ اَخلاق ہو تو اربابِ حل وعقد، وزراء اور ذمہ دار آدمیوں کا کریکٹر اس سے کہیں بلند ہونا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق تقویٰ، عفت، عملِ صالح اربابِ حکومت کے لیے ضروری ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (جاری ہے)

تحقیق وتنقید

قسط نمبر ③

صحیح بخاری کی بعض احادیث پر

# علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

⑯ امام حاکم رحمہ اللہ یحییٰ بن سُلیم کی احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"وقد احتجا جميعا بيحي بن سليم."

(المستدرك، رقم: ۵۹۳، ۱۱۳۶، ۱۳۲۶ وغیرہ)

⑰ حافظ ابن قطان الفاسی نے تو یحییٰ کی عبیداللہ سے روایت کو بھی حسن قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"يحيى بن سليم وثقه ابن معين، ومن ضعّفه لم يأت بحجة، وهو صدوق عند الجميع."

(بيان الوهم و الإيهام: ۲/۳۵۵، رقم: ۳۵۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ابن قطان رحمہ اللہ کا یہ قول مختصراً ذکر کیا ہے:

"هو صدوق، فالحديث حسن." (التلخيص: ۲/۸۷٤، أضواء السلف، نیز دیکھیں البدر المنیر: ٤/۳۲۰)

ایک اور مقام پر حافظ ابن قطان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وابن معين يوثق يحي بن سليم، وهو من أهل الصدق، ولكن فى حفظه شيئ، من أجل ذلك تكلم فيه غيره." (بيان الوهم: ۳/۵۷٦، رقم: ۱۳٦٦)

حافظ ابن قطان کی یہی عبارت علامہ زیلعی نے نصب الرایہ (۲۰۳/۴) میں بھی نقل کی ہے، بلکہ حدیث پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن قطان نے یہ بھی کہا ہے کہ حافظ عبدالحق الاشبیلی نے اگر اسے یحییٰ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے تو یہ ان کا تناقض ہے کیوں کہ انھوں نے اس کی کئی احادیث کو صحیح کہا ہے:

"وإن عنى به ضعف يحي بن سليم ناقض فيه، فكم من حديث قد صحح من روايته." (أيضا: ۳/۵۷۷)

⑱ حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ کا المختارہ میں یحییٰ بن سلیم سے روایت لینا بھی اس بات کا مُشعِر ہے کہ یحییٰ ان کے ہاں ثقہ وصدوق ہے۔

(ملاحظہ ہو المختارة، رقم: ٤١، ٣١١ وغیرہ)

⑲ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے گو یحییٰ بن سلیم کو میزان الاعتدال، المغنی اور دیوان الضعفاء میں ذکر کیا ہے کیوں کہ فی الجملہ اس میں کلام ہے، لیکن اس کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ وہ ان کے نزدیک ضعیف ہے کیوں کہ الکاشف (۳/۲۵۷) میں خود انھوں نے اسے ثقہ کہا ہے، نیز اسے تذکرة الحفاظ (۱/۳۲٦) میں ذکر کیا ہے اور العبر (۱/۳۲۰) میں کہا ہے: "كان ثقة صاحب حديث." اور اپنی کتاب "من تكلم فيه وهو موثق" میں اسے ذکر کر کے فرمایا ہے:

"وثقه غير واحد، وقال النسائي: ليس بقوي." (تحرير أحوال الرواة، ص: ٤٧٥)

آخر الذکر کتاب کے مقدمے میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ اس میں جن راویوں کا ذکر ہے، ان کی حدیث حسن درجے سے کم نہیں۔

البتہ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ امام نسائی کا کلام "ليس بالقوي" ہے، جیسا کہ الضعفاء للنسائي (ص:۲۵۱)، التہذیب (۱۱/۲۲۷)، المیزان (۴/۳۸۴)، المغني (۲/۷۳۷)

وغیرہ میں ہے۔ دیوان الضعفاء (ص: ۳۳۷) میں جو یہ لکھا ہے:
"وقال النسائي: ليس بشيئ" بالکل درست نہیں، انھوں نے تو اسے "ليس به بأس" کہا ہے، جیسا کہ تہذیب میں ہے، بلکہ الکاشف (۳/ ۲۵۷) میں تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یحییٰ کو ثقہ کہا ہے۔

⑳ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يحي من رجال الصحيحين." (مجمع الزوائد: ۲۹۹/۳)

㉑ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا تقریب میں موقف "صدوق سيئ الحفظ" ہے، مگر یہ موقف محلِ نظر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شعیب الارنؤوط اور شیخ بشار عواد نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بل صدوق، حسن الحديث، ضعيف في روايته عن عبيد الله بن عمر ...... إلخ."

(تحرير تقريب التهذيب: ۸٤۲/۲)

اسی طرح علامہ البانی رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید کے حوالے سے بھی ہم نقل کر آئے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یحییٰ کو مطلقاً "سيئ الحفظ" کہنا درست نہیں، بلکہ عبیداللہ بن عمر کی روایات میں وہ "سيئ الحفظ" ہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کا اظہار انھوں نے فتح الباری میں یوں فرمایا ہے:

"هو ضعيف في عبيد الله بن عمر." (فتح الباري: ٩٣/٤)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"والتحقيق أن الكلام في روايته عن عبيد الله بن عمر خاصة." (فتح الباري: ٤١٨/٤)

اسی طرح زوائد البزار (۱/ ۴۷۸، رقم: ۸۱۶) میں ہے:

"ويحي ضعيف في عبيد الله خاصة."

تقریباً یہی بات انھوں نے مقدمہ فتح الباری (ص: ۴۵۱) میں کہی ہے، اس لیے تقریب میں جو انھوں نے علی الاطلاق یحییٰ بن سُلیم کو "سيئ الحفظ" قرار دیا ہے، اس سے اتفاق نہیں کیا گیا۔

یحییٰ صدوق ہیں اور صدوق سے جب خطا ہو یا ثقات کی مخالفت ہو تو تب اس کی روایت مرجوح اور ضعیف ہوگی، مگر یہاں نہ اس کی یہ روایت عبیداللہ بن عمر سے ہے نہ ثقات ہی کی اس نے مخالفت کی ہے، اس لیے اس کی روایت کو ضعیف قرار دینا قطعاً صحیح نہیں۔ امت میں تنہا علامہ البانی رحمہ اللہ ہیں جنھوں نے اسے ضعیف کہا ہے، جب کہ ان کے تلمیذ علامہ ابو اسحاق الحوینی حفظہ اللہ بھی ان سے متفق نہیں، نیز ان کے موقف کی تردید ڈاکٹر ابراہیم بن حماد اور ڈاکٹر محمد بن عبداللہ نے بھی عجالة الإملاء المتيسرة من التذنيب (۴/ ۷۵۹، ۷۶۲) کی تحقیق میں تفصیل سے کی ہے۔ علامہ شعیب الارنؤوط رحمہ اللہ نے بھی تحقیق مسند أحمد (۱۴/ ۳۱۸، رقم: ۸۶۹۲) اور تحقیق شرح مشكل الآثار (۵/ ۱۳۹، رقم: ۱۸۷۸، ۸/ ۱۴، رقم: ۳۰۱۵) میں اسے حسن کہا ہے۔

یہی حدیث کچھ اختلاف سے ابن ماجہ میں ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الصغير مع فيض القدير (۳/ ۳۱۶) میں اسے حسن کہا ہے اور علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے تعلیق المسند (۱۶/ ۲۸۷۲) میں ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ مناوی نے بھی التيسير بشرح جامع الصغير (۱/ ۴۷۴) میں ان کی موافقت کی ہے اور فیض القدیر میں کہا ہے:

"فقد رواه سلطان المحدثين البخاري ...... فهو من الأحاديث القدسية."

اور یہی کچھ علامہ صنعانی نے التنوير شرح الجامع الصغير (۵/ ۱۹۸) میں فرمایا ہے۔

شیخ سعید بن محمد سناری نے اس حدیث کو صحیح کہتے ہوئے فرمایا ہے:

"هذا من غرائب يحي بن سليم، وهو شيخ مختلف فيه، والتحقيق أنه رجل إلى الضعف أقرب منه إلى غيره، لكن ما كان

البخاري يخرج لأمثال هذا وغيره إلا ما كان من صحيح حديثه، وقد صح عنه قوله: "كل رجل لا أعلم صحيح حديثه من سقيمه لاأروي عنه" وهذه قاعدة حسنة نفيسة جدا، يفزع إليها في إخراجه لحديث طائفة قد صح عنه نفسه أنه تكلم فيهم أو أن أمرهم إلى أقرب كيحي بن سليم هنا، ولذلك فقد صحح البغوي هذا الحديث عقب تخريجه فقال: هذا حديث صحيح. قد جازف جماعة من المتأخرين رتبة وطبقة وجزموا بضعف الحديث هنا قولا واحدا، وقد رددنا عليهم ردا مشبعا جدا في "غرس الأشجار" والله المستعان." (أبو يعلى: ٦٧٩/٨، رقم ٦٥٧١)

لیکن یہ جوانھوں نے کہا ہے کہ یحییٰ بن سلیم کا ضعف اقرب ہے، محلِ نظر ہے، جس کی تفصیل ہم قارئین کرام کی خدمت میں ذکر کر آئے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔(إنجاز الحاجة: ٧/ ٤٥٥)

اس لیے صحیح بخاری کی اس حدیث کی صحت پر علامہ البانی رحمہ اللہ کے علاوہ سب اہلِ علم کا اتفاق ہے اور اس پر یحییٰ کی بنا پر ان کا اعتراض کسی قوی دلیل پر مبنی نہیں۔

**دوسرا اعتراض:**

علامہ البانی رحمہ اللہ نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ سند مضطرب ہے۔ یحییٰ اسے کبھی تو "إسماعيل بن أمية عن سعيد بن أبي سعيد عن أبي هريرة" کی سند سے بیان کرتے ہیں اور کبھی "سعيد بن أبي سعيد عن أبيه عن أبي هريرة" کی سند سے روایت کرتے ہیں۔

اس اختلافِ سند کا جواب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے:

"والمحفوظ قول الجماعة" مگر ہمیں اس موقف پر اعتماد نہیں کیوں کہ یحییٰ تو کمزور ہے اور اسے "سعيد عن أبيه" کی سند سے روایت کرنے والے عبداللہ بن محمد النفیلی ثقہ اور حافظ ہیں، اس لیے اس حافظ اور ثقہ کی روایت کو وہم قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ درست بات یہ ہے کہ یحییٰ نے کبھی واسطے سے اور کبھی بغیر واسطے کے روایت کیا ہے اور یہ اضطراب ہے۔ (الضعيفة: ١٤/ ٥٩٠، ٥٩١، رقم: ٦٧٦٣، ق: ٢ ملخصا)

عرض ہے کہ یحییٰ بن سُلیم ضعیف ہے یا نہیں، اس کی پوزیشن ہم پہلے واضح کر آئے ہیں۔ رہی اضطراب کی بات تو یہ بھی محلِ نظر ہے۔ عبداللہ بن محمد نفیلی بلاشبہ ثقہ اور حافظ ہیں، مگر ان کے مقابلے میں ایک جماعت اسے بغیر واسطے کے روایت کرتی ہے اور وہ یہ ہے: بشر بن مرحوم، یوسف بن محمد، سوید بن سعید، محمود بن آدم، اسحاق بن عیسیٰ بن طباع، نعیم بن حماد، ابراہیم بن حمزہ، ہشام بن عمار، ہیثم بن جناد، محمد بن حاتم الجرجرائی، حافظ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی، ابراہیم بن عبداللہ الہروی، یہ سب یحییٰ بن سُلیم سے بغیر واسطے کے ذکر کرتے ہیں۔ یہ اکثر ثقہ وصدوق ہیں، بلکہ محمد بن یحییٰ العدنی حافظ ہیں، جیسا کہ تہذیب اور تذکرۃ الحفاظ میں ہے۔ عبداللہ نفیلی بلاشبہ حافظ ہیں، مگر امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"العدد الكثير أولى بالحفظ من الواحد."

(النكت لابن حجر: ٦٨٨/٢)

اسی حوالے سے مزید اقوال ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فحاصل كلام هؤلاء الأئمة أن الزيادة إنما تقبل ممن يكون حافظا متقنا حيث يستوي مع من زاد عليهم في ذلك، فإن كانوا أكثر عددا منه أو كان فيهم من هو أحفظ منه أو

كان غير حافظ ولو كان في الأصل صدوقا فإن زيادته لا تقبل." (النكت: ٢/ ٦٩٠)

یہی بات انھوں نے آگے مضطرب کی بحث میں بھی کہی ہے۔(النکت: ٢/ ٧٨٠)

اسی طرح ایک حدیث کے (جسے امام سفیان ثوری مرسل، مگر ایک جماعت متصل روایت کرتی ہے) وصل وارسال پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بالآخر لکھا ہے:

"وإنما صححاه لأن الثوري وإن كان أحفظ منهم لكن العدد الكثير يقاومه." (فتح الباري: ١٢/ ١١)

اسی حوالے سے مزید ملاحظہ ہو فتح الباری (٩/ ٤٠١)، لسان المیزان (٤/ ١٠٠، ترجمہ: عبداللہ بن نرجس القیسی)۔

امام مسلم رحمہ اللہ اسی اُصول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إن الصحيح من الروايتين ما حدث الجماعة من الحفاظ دون الواحد المنفرد وإن كان حافظا، على هذا رأينا أهل العلم بالحديث يحكمون في الحديث مثل شعبة و سفيان بن عيينة ويحي بن سعيد و عبد الرحمان بن مهدي وغيرهم من أئمة أهل العلم." (كتاب التمييز، ص: ١٧٢)

اسی طرح امام ابن ابی حاتم ایک روایت میں (جسے حماد بن سلمہ مرسل اور ابو کدینہ، عمران بن عیینہ اور شعیب بن صفوان متصل بیان کرتے ہیں) اختلاف ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد امام ابو حاتم سے پوچھا: دونوں میں کون سی روایت اصح ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

"اتفق ثلاثة أنفس على التوصيل."

(العلل: ٢/ ٣٩١، رقم: ٢٦٨٤)

حالانکہ یہ تینوں زیادہ سے زیادہ صدوق ہیں، جب کہ حماد بن سلمہ ثقہ اور ان سے اثبت ہیں، مگر امام ابو حاتم تینوں کی روایت کو اصح قرار دیتے ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں:

"الجماعة أولى بالحفظ من الواحد." (شعب الإيمان: ٤/ ٧، رقم: ٤٢١٧. مزید ملاحظہ کریں کتاب القراءة، ص: ١٣٨، ١٣٩، ط: دار الكتب، بيروت)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امام سفیان ثوری نے امام اعمش سے ایک سند بیان فرمائی اور اس میں ایک راوی کا اضافہ کیا، جب کہ امام اعمش کے دوسرے شاگرد سند میں اس راوی کا اضافہ نہیں کرتے۔ اسی اختلاف کے تناظر میں امام یحییٰ بن سعید قطان نے فرمایا:

"كنا نظن أن الثوري وهم فيه بكثرة من خالفه." (العلل للدارقطني: ٥/ ٢١٠، ٢١١)

یہاں بھی کثرت کی بنا پر امام ثوری کی سند پر وہم کا گمان کیا گیا ہے، بلکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی جماعت کی روایت کو کئی مقامات پر ترجیح دی ہے، ملاحظہ ہو النکت لابن حجر (٢/ ٦٨٩) اور سنن دارقطنی (٣/ ٤٩)۔ یہی موقف علامہ ذہبی (الموقظة، ص: ٢٢٨، ط: مکتبہ الفرقان) اور دیگر بہت سے حضرات کا ہے جس کا استیعاب یہاں مطلوب نہیں۔

اسی ضابطے کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت میں اختلاف کے باعث جو یہ فرمایا ہے کہ "والمحفوظ قول الجماعة" تو یہ بالکل درست ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن میں اس اختلاف کا اشارہ کیا ہے، مگر انھوں نے بھی بلا واسطہ روایت ہی کو ثابت، یعنی صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

"روينا في الحديث الثابت عن المقبري عن أبي هريرة مرفوعا...... إلخ." (المعرفة: ٤/ ٥٠٧)

(باقی صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

بلی!)) (صحيح بخاري، رقم: ٦٦٤٢)

''کیا تم راضی ہو کہ تم اہلِ جنت کے چوتھائی ہو؟ تو انھوں نے عرض کیا: کیوں نہیں!''

یہاں ہمزۂ استفہام نفی پر نہیں، پھر بھی اس کا جواب ''بلیٰ'' سے ہے، جیسا کہ مفردات (مترجم) کے حواشی میں حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد عبدہٗ الفلاح رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے، نیز دیکھیے التفسیر الثمین: ۳۶۱/۸۔

**بقیه: علامه البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزه**

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی اُصول کے تحت امام ثوری اور امام نفیلی کے مقابلے میں جماعت کی روایت ترجیح دی ہے۔

تیسرا اِعتراض اور اس کا جواب:

سند پر اعتراض کے علاوہ متن کے حوالے سے بھی علامہ البانی رحمہ اللہ نے دو اعتراض کیے ہیں؛ ایک یہ کہ یحییٰ بن سلیم کبھی تو ((لم يعطه)) کہتے ہیں اور کبھی ((لم يوفه)) کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری اور مسند امام احمد میں ((و من كنت خصمه خصمته)) کے الفاظ نہیں ہیں، جب کہ یہ زیادت ابن حبان، ابن جارود، ابن ماجہ، بیہقی، ابویعلیٰ، طبرانی اور ابن خزیمہ وغیرہ میں ہے۔ (الضعيفة)

مگر یہ کوئی جوہری اختلاف نہیں۔ جب اجر پورا نہ دیا جائے تو معناً اسے ''لم يعطه'' سے تعبیر کرنا ''لم يوفه'' کے منافی نہیں۔ ایسے ہی موقع پر ہم کہتے ہیں: اس نے کیا دیا ہے؟ جو دینا تھا وہ تو پورا دیا نہیں۔

اسی طرح ((ومن كنت خصمه خصمته)) کا اضافہ بھی روایت میں اضطراب کا باعث نہیں۔ کیا ان الفاظ کے نہ ہونے سے کوئی معنوی تغیر لازم آتا ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس کے مخالف اور مدمقابل ہوں، اس کا انجام ظاہر ہے۔ یحییٰ بن سلیم نے کبھی اختصاراً اور کبھی تفصیلاً بیان کر دیا تو یہ باعثِ اضطراب نہیں، اضطراب تو تب ہو جب اضافے میں زائد معنی پایا جا رہا ہو یا اس سے کوئی مخالفت لازم آتی ہو۔ (جاری ہے)

**بقیه: اسلام کا عادلانه نظام وراثت ......**

✻ میت کے لیے وصیت کا حق رکھا گیا لیکن اس کی حدود کو بھی بیان کر دیا گیا، تاکہ کسی بھی طبقے کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ ہو۔

✻ غیر مستحقین کے قبضے اور غصب کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور اس میں ذرا برابر بھی قبضہ مافیا کی کوئی گنجائش نہیں۔

✻ میراث میں عورت کا حصہ مقرر کیا اور اس حوالے سے ظلم کی تمام صورتوں کو ختم کیا۔

✻ معاشرے کے کمزور سے کمزور طبقے تک وراثت میں سے ان کا حصہ ان تک پہنچایا گیا ہے۔

✻ عمر کے حوالے سے چھوٹے بڑے کے فرق کا ایسا خاتمہ کر دیا گیا کہ کوئی بدنیت کسی کی صغرسنی کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

✻ ورثاء کے حصے ان کی حیثیت، درجے اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھتے ہوئے مقرر کیے گئے۔


## اعلان

مولانا عبدالرحمان منیر راجووالوی کی تحقیقی کتب:

① حقانیت مسلک اہل حدیث ② گمراہ کن عقائد

③ مقالاتِ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ

ایک طویل عرصے سے نایاب ہیں، کوئی ادارہ، مکتبہ یا اکیڈمی انھیں شایع کرنا چاہے تو رابطہ کرے۔

**رابطه**: 0336-3000730

## ضرورتِ رشتہ

لڑکی عمر ۲۳ برس، مغل برادری، تعلیم بی ایس سی اونرز (اکنامکس)، قد پانچ فٹ ۲ انچ کے لیے اہل حدیث مسلک سے مغل تعلیم یافتہ برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف لاہور کے رہائشی والدین رابطہ کریں۔

**رابطه**: 0321-4115312

**تحقیق وتنقید** **قسط نمبر ④**

## صحیح بخاری کی بعض احادیث پر

# علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

**چوتھا اعتراض اور اس کا جواب:**

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسی نوعیت کا ایک اضطراب یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک تو یہ حدیث حدیثِ قدسی ہے، مگر ابن ماجہ، ابن حبان، ابویعلیٰ اور طبرانی میں یہ مرفوع حدیث ہے، یعنی فرمانِ نبوی ہے، حدیثِ قدسی نہیں۔ (الضعيفة)

مگر یہ وجۂ اضطراب بھی نہایت کمزور ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ ایک جماعت اسے بطور حدیثِ قدسی نقل کرتی ہے، مگر ابن ماجہ، ابن حبان، ابویعلیٰ اور طبرانی میں یہ مرفوع حدیث ہے۔ جب "الجماعة" کی روایت میں یہ حدیثِ قدسی ہے تو ترجیح جماعت کی روایت کو ہے، جیسا کہ ہم پہلے عرض کر آئے ہیں۔ بالخصوص جب کہ اس جماعت کے پلڑے میں حافظ نفیلی بھی ہیں! امام بیہقی اور امام ابن جارود جنھوں نے حافظ نفیلی سے اسناد میں اختلاف ذکر کیا، انھوں نے متن میں اختلاف کا کوئی اشارہ نہیں کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ متن میں وہی الفاظ حدیثِ قدسی کے روایت کرتے ہیں جو جماعت نے روایت کیے ہیں۔

اس جماعت کے مقابلے میں بطور حدیثِ نبوی روایت کرنے والے کون ہیں، شیخ رحمہ اللہ نے ان کا نام نہیں لیا، صرف کتابوں کا نام ذکر کیا ہے کہ ان کتابوں میں یہ الفاظ ہیں۔

اب ذرا اس کی حقیقت دیکھیے کہ ابن ماجہ اور ابویعلیٰ میں سوید بن سعید روایت کرتے ہیں یحییٰ بن سلیم سے اور خود علامہ البانی نے اسی بحث میں ابویعلیٰ کی روایت کا علامہ نووی کے حوالے سے ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔ (الضعيفة: ١٤/ ٥٩٢، ٥٩٣، ق: ٢)

بلکہ فرمایا ہے کہ ابن ماجہ میں بھی یہ سوید کی سند ہی سے منقول ہے۔ اس لیے جماعت کی روایت کے مقابلے میں سوید کی روایت کو پیش کرنا قرینِ انصاف نہیں۔

البتہ ابن حبان میں یہی الفاظ "محمد بن إسحاق بن إبراهيم مولى ثقيف ثنا ابن أبي عمر العدني حدثنا يحي" سے مروی ہیں۔ الإحسان بترتيب ابن حبان (٩/ ٢١٨، ط: دار الكتب العلمية، بيروت) میں "ابن أبي عمر" کے بجائے "ابن أبي عثمان المدني" ہے جو درست نہیں۔ صحیح "ابن عمر العدني" ہے اور وہ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی ہیں، جیسا کہ صحیح ابن حبان (٣/ ٥٥٠) اور إتحاف المهرة (١٤/ ٦٩٤) میں ہے۔

ابن ابی عمر العدنی بلاشبہ حافظ، ثقہ وصدوق ہیں، مگر انھی سے حافظ محمد بن یعقوب روایت کرتے ہیں تو "قال الله عزوجل: ثلاثة أنا خصمهم" کہتے ہیں، یعنی اسے بطور حدیثِ قدسی ہی روایت کرتے ہیں، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے المعرفة (٤/ ٥٠٧) میں بیان کیا ہے جو ابن حبان کی روایت کے خلاف ہے، اس لیے جماعت کی روایت کے مقابلے میں ابن حبان کی روایت سے اضطراب پیدا کرنا بھی محلِ نظر ہے۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ المعرفة کے دار الکتب العلمیہ کے مطبوعہ نسخے میں "أخبرنا أبو العباس محمد بن إسحاق بن محمد بن يحي بن أبي عمر حدثهم" ہے، مگر محمد بن اسحاق کے بعد "بن" درست نہیں، یہاں "أن محمد بن يحي" درست ہے۔

رہی المعجم الصغير میں یہ روایت تو وہاں "محمد بن الخضر الرَّقِّي بالرَّقَّة حدثنا محمد بن حاتم الجرجرائي

عن یحي" کی سند سے مروی ہے۔ محمد بن حاتم جرجرائی تو ثقہ ہیں، مگر محمد بن خضر الرقی کا ترجمہ اور توثیق متداول کتب میں کہیں نظر نہیں آئی۔ شیخ توفیق الزنتانی نے تحفة الغريب بتراجم رجال معجمي الحافظ الطبراني الأوسط و الصغير ممن ليس في التهذيب (۱۰۶۳/۳) میں اس کا ذکر کیا ہے، مگر کوئی کلمہ توثیق وتوصیف کا نقل نہیں کیا۔ بلکہ شیخ ابو طیب منصوری نے إرشاد القاصي و الداني إلى تراجم شيوخ الطبراني (رقم:۵۴۳) میں اس کا ذکر کر کے کہا ہے:"مجهول الحال ."

اس لیے جماعت کی روایت کے مقابلے میں ایسے مجہول راوی کی روایت پر اعتماد اور اس کی بنیاد پر اضطراب کے دعوے پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں:"ثبت العرش ثم انقش ."

اس تفصیل سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیثِ قدسی کو حدیثِ نبوی کے طور پر بیان کرنے کی بنیاد کسی قابلِ اعتماد دلیل پر مبنی نہیں۔ اس لیے صحیح بخاری کی یہ حدیث صحیح ہے اور امام بخاری کے علاوہ بھی بہت سے محدثین نے اسے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ کے کلام کی بنیاد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے ''تقریب'' میں یحییٰ بن سلیم کے الفاظ پر ہے جس کی حقیقت ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے بیان کر آئے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا ''تقریب'' میں یہ فیصلہ درست نہیں۔

علاوہ ازیں معنوی اعتبار سے بھی اس حدیث کو حدیثِ نبوی قرار دینا درست نہیں کیوں کہ اس حدیث میں "الرجل أعطى بي ثم غدر" کے وہی الفاظ ہیں جو حدیثِ قدسی میں ہیں کہ جو شخص میرا نام لے کر عہد کرے، پھر عہد شکنی کرے۔ کیا رسول اللہ ﷺ کے نام سے کوئی عہد و پیمان کرنا یا آپ کے نام کی قسم اُٹھانا یا آپ کو گواہ بنا کر کوئی معاملہ کرنا درست ہے؟ ہرگز نہیں! علامہ سندھی نے شرح ابن ماجہ میں اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں:

"أعطى العهد باسمي و اليمين به ثم نقض العهد ." (بہ حوالہ إنجاز الحاجة: ۴۵۴/۷)

یہ قسم اور عہد و پیمان اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے نام سے نہیں کیوں کہ قسم خالق کی ہے، مخلوق کی نہیں۔ یہ جملہ بتلاتا ہے کہ اس کا تعلق حدیثِ قدسی سے ہے، حدیثِ نبوی سے نہیں۔ اور جن کتب میں اسے بطور حدیثِ نبوی ذکر کیا گیا ہے، ان کی اسنادی پوزیشن ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں۔

ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ صحیح بخاری کی یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ بھی بہت سے محدثین نے اسے صحیح کہا ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ پہلے فرد ہیں جنھوں نے اس حدیث پر تلقی بالقبول کے برعکس ضعف کا حکم لگایا ہے۔

## دوسری حدیث:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی جن احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، ان میں دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام بخاری نے "كتاب الرقاق، باب في الحوض" میں ذکر کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

((بينا أنا نائم إذا زمرة، حتى إذا عرفتهم خرج رجل من بيني و بينهم، فقال: هلم. فقلت: أين؟ قال: إلى النار والله! قلت: وما شأنهم؟ قال: إنهم ارتدوا بعدك على أدبارهم القهقرى. ثم إذا زمرة، حتى إذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم، فقال: هلم. قلت أين؟ قال: إلى النار والله! قلت: ما شأنهم؟ قال: إنهم ارتدوا بعدك على أدبارهم القهقرى، فلا أراه يخلص منهم إلا مثل همل النعم.)) (صحيح بخاري، رقم: ٦٥٨٧)

''میں (حوض) پر کھڑا ہوں گا کہ ایک جماعت میرے سامنے آئے گی اور میں انھیں پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ اِدھر آؤ۔ میں کہوں گا کہ کدھر؟ وہ کہے گا کہ واللہ

جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ وہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں (دین سے) واپس لوٹ گئے تھے۔ پھر ایک اور گروہ میرے سامنے آئے گا اور جب میں انھیں بھی پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ اِدھر آؤ۔ میں پوچھوں گا کہ کہاں؟ تو وہ کہے گا: اللہ کی قسم جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ فرشتہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد اُلٹے پاؤں واپس لوٹ گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں ایک آدمی بھی نہیں بچے گا، ان سب کو دوزخ میں لے جائیں گے۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''شاذ''، بلکہ ''منکر'' قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ

''یہ سند غریب ہے، امام بخاری کے علاوہ کسی أصحاب الصحیح نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اس کی سند اور متن معلول ہے۔ سند میں فلیح بن سلیمان ہے جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "صدوق كثير الخطأ" کہا ہے اور اسی کے قریب اس کا بیٹا محمد بن فلیح ہے جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "صدوق يهم" کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سند کے سب راوی مدنی ہیں۔ حافظ اسماعیل اور ابونعیم اور دیگر مستخرج لکھنے والوں نے مختلف طرق سے اسے "البخاري عن إبراهيم بن المنذر عن محمد بن فليح عن أبيه" کی سند ہی سے ذکر کیا ہے۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے ان پر تعاقب کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ابن حجر رحمہ اللہ کا تساہل ہے، بالخصوص فلیح اور اس کے بیٹے پر کلام کی بنا پر، اسی لیے دیگر أصحاب الصحاح نے اسے ذکر نہیں کیا۔ (الضعيفة: ١٤/ ١٠٣١، ١٠٣٢، رقم: ٦٩٤٥، ق: ٢. ملخصًا)

پہلی حدیث کی طرح اس حدیث کو ضعیف، بلکہ شاذ اور منکر قرار دینے میں بھی علامہ البانی رحمہ اللہ منفرد ہیں۔ سند اور متن کے اعتبار سے ان کے اعتراضات کسی وزنی دلیل پر مبنی نہیں ہیں۔

فلیح بن سلیمان کے بارے میں دیکھیے:

① امام بخاری رحمہ اللہ اور
② امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی روایات سے استدلال کیا ہے۔
③ امام حاکم رحمہ اللہ اسی بنا پر فرماتے ہیں:

"اتفاق الشيخين عليه يقوي أمره." (تهذيب التهذيب: ٨/ ٣٠٤)

نیز یہ بھی فرمایا:

"إجماعهما عليه في الأصول يؤكد أمره ويسكن القلب إلى تعديله." (المدخل: ٤/ ١٥٤)

④ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد اعتمده البخاري في صحيحه، و روى عنه الكثير، وقد روى عنه زيد بن أبي أنيسة وهو عندي لا بأس به." (الكامل: ٨/ ٦٠٣، ٦٠٤)

⑤ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"يختلفون فيه وليس به بأس." (تهذيب)

الضعفاء والمتروكين (ص:۲۸۲) میں ہے:

"عبد الحميد بن سليمان مدني أخو فليح عن أبي حازم، و أخوه ثقة."

⑥ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے الثقات (۷/ ۳۲۴) میں ذکر کیا ہے اور مشاهير علماء الأمصار (ص:۱۴۱) میں فرمایا ہے:

"من متقني أهل المدينة و حفاظهم."

⑦ ابن شاہین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثقة. (الثقات لابن شاهين، ص: ١٨٨)

⑧ امام ساجی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

"هو من أهل الصدق ويهم." (التهذيب)

⑨ امام ترمذی رحمہ اللہ نے کئی مقامات پر اس کی حدیث کو "حسن صحیح" کہا ہے۔ (رقم: ٢٦٠، ٢٧٠، ٢٩٣، ٥٠٣ وغیرہ) نیز ایک جگہ فرمایا ہے:

"هذا حديث حسن غريب لانعرفه إلا من حديث فليح." (سنن ترمذي: كتاب الطب، باب ما جاء في الحمية، رقم: ٢٠٣٧)

گویا امام ترمذی رحمہ اللہ فلیح کی منفرد روایت کو بھی حسن کہتے ہیں۔

⑩ امام ابن خزیمہ بھی الصحیح میں اس سے کئی روایات لائے ہیں۔(رقم: ٥٨٠، ٥٨٩، ١٤٦٨ وغیرہ)

⑪ امام بغوی رحمہ اللہ نے بھی اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (شرح السنة: ٤/ ٢٣٩)

⑫ امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی مسند (٢/ ٢٤٧) میں اس سے روایت لی ہے۔

⑬ اسی طرح امام ابن جارود رحمہ اللہ نے بھی المنتقی (رقم: ٢٨٩) میں اس سے روایت لی ہے جو اس بات کا قرینہ ہے کہ فلیح ان کے نزدیک بھی صدوق اور ثقہ ہے۔

⑭ امام بخاری رحمہ اللہ نے "مالك بن أنس عن صفوان بن سليم عن عطاء بن يسار عن أبي سعيد الخدري" کی سند سے ایک روایت "كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة" (حدیث: ٣٢٥٦) میں ذکر کی ہے۔ یہی روایت امام ترمذی (حدیث: ٢٥٥٦) اور امام ابن خزیمہ نے "فليح عن هلال بن علي عن عطاء بن يسار عن أبي هريرة" کی سند سے بیان کی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ "علل" کے معروف امام امام ذہلی فرماتے ہیں:

"لست أدفع حديث فليح، يجوز أن يكون عطاء بن يسار حدث به عن أبي سعيد وعن أبي هريرة." (فتح الباري: ٦/ ٣٢٧)

یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ امام یحییٰ الذہلی کے نزدیک فلیح ثقہ ہے، کثیر الخطأ قطعاً نہیں، ورنہ وہ امام مالک کے مقابلے میں اس کی روایت کو درست قرار نہ دیتے۔ حافظ ابن حجر کی اس پر خاموشی اس کی دلیل ہے کہ وہ بھی امام ذہلی سے متفق ہیں، بلکہ حافظ ابن حجر نے یہ کلام امام دارقطنی کی "الغرائب" سے نقل کیا ہے اور امام دارقطنی سے اس پر کوئی اعتراض نقل نہیں کیا۔ "اطراف الغرائب" میں یہ کلام ہمیں نظر نہیں آیا، البتہ العلل (١١/ ١٠٠، ١٠١) میں بھی انھوں نے امام ذہلی سے دونوں روایات کا محفوظ ہونا ذکر کیا ہے کہ عطاء بن یسار کا اسے حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے سننا محتمل ہے۔ مگر علامہ البانی رحمہ اللہ کے موقف کے مطابق تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

### فلیح پر کلام کی پوزیشن:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"احتجا به في الصحيحين، و قد اعتمد أبوعبد الله البخاري فليحا في غير ما حديث." (ميزان الاعتدال: ٣/ ٣٦٥)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"كان ثقة مشهورا كثير العلم، لينه ابن معين." (العبر: ١/ ٢٥٤)

علاوہ ازیں اس کا ذکر "ذكر من تكلم فيه وهو موثق" (ص: ٣٦٦) میں بھی کیا ہے اور اس کتاب میں جن راویوں کا انھوں نے ذکر کیا ہے، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث حسن درجے سے کم نہیں، چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

"فهؤلاء حديثهم إن لم يكن في أعلى مراتب الصحيح فلا ينزل عن رتبة الحسن."

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک فلیح ضعیف نہیں، بلکہ کم سے کم حسن درجے کا راوی ہے، بلکہ "سير أعلام النبلاء" (٧/ ٣٥٥) میں اس کے واسطے سے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "صحيح غريب أخرجه البخاري." صحیح بخاری

میں یہی روایت "كتاب المغازي، باب حج أبي بكر بالناس في سنة تسع" (حدیث:۴۳۶۳) میں ہے۔

① اس کے برعکس امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ امام یحییٰ فرماتے ہیں:

"ضعيف، ليس بقوي، لا يحتج به، عاصم بن عبيد الله و ابن عقيل وفليح لا يحتج بحديثهم."

② امام ابوداود رحمہ اللہ نے ان کے اس قول کی تصدیق کی ہے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فلیح سے الدراوردی اثبت ہے۔

③ امام ابواحمد الحاکم رحمہ اللہ نے فرمایا: "ليس بالمتين عندهم."

④ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فليح وأخوه عبد الحميد ضعيفين."

⑤ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ليس بالقوي."

امام عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۳/۴۶۶) میں ذکر کیا ہے اور امام یحییٰ کا کلام نقل کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے، نیز یہ بھی کہ محمد بن طلحہ بن مصرف، ایوب بن عتبہ اور فلیح کی حدیث سے بچنا چاہیے۔

⑥ یہ بات حافظ ابوکامل مظفر بن مدرک نے فرمائی ہے اور حافظ مظفر نے "ليس بشيء" بھی کہا ہے۔ (التاريخ لابن معين: ١/ ١٩٨٨)

⑦ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف اور ''واہی الحدیث'' کہا ہے۔ (التهذيب: ٨/ ٣٠٣، الجرح والتعديل: ٧/ ٨٥، سؤالات البرذعي عن أبي زرعة: ٢/ ٣٦٦-٤٢٤، الضعفاء للعقيلي: ٣/ ٤٦٦ و غیرہ)

⑧ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"صدوق كثير الخطأ." (تقريب)

مگر ان کا یہ فیصلہ محلِ نظر ہے کیوں کہ خود انھوں نے فلیح بن سلیمان کی حدیث کو حسن درجے کی قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"هو مضعف عند ابن معين و النسائي وأبي داود، و وثقه آخرون، فحديثه من قبيل الحسن." (فتح الباري: ٢/ ٤٧٢)

فلیح بن سلیمان پر جن ائمہ محدثین نے کلام کیا ہے، ان کے الفاظ پر بھی غور فرمائیں، امام نسائی نے اگر ضعیف کہا ہے تو "ليس بالقوي" بھی کہا ہے۔ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے بھی "ليس بالقوي" کہا ہے، جیسا کہ الجرح والتعدیل میں ہے۔ اور یہ جرح ایسی نہیں جس سے راوی کی روایت ضعیف قرار پاتی ہو، اس میں صرف ثقاہت کے درجۂ اولیٰ کی نفی مراد ہوتی ہے، چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"وبالاستقراء إذ قال أبو حاتم: "ليس بالقوي" يريد بها أن الشيخ لم يبلغ درجة القوي الثبت." (الموقظة، ص: ٨٣)

مزید رقم طراز ہیں:

"وقد قيل في جماعات: "ليس بالقوي" واحتج به، وهذا النسائي قد قال في عدة: "ليس بالقوي" ويخرج لهم في كتابه، قال: قولنا ليس بالقوي ليس بجرح مفسر."

(الموقظة، ص: ٨٢)

اسی طرح امام ابواحمد الحاکم کا "ليس بالمتين" کہنا بھی جرح مفسد نہیں۔ البتہ امام یحییٰ بن معین وغیرہ کے قول "ضعيف لايحتج به" سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے حافظے کی کمزوری لاحق تھی جس کی بنا پر وہ غلطیاں کر جاتا تھا۔ امام ابوزرعہ نے اسی بنا پر "واهي الحديث" کہا ہے۔

انھی اقوال کی بنا پر اگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فلیح کو کثیر الخطا کہا ہے تو کثیر الروایہ راوی کے محض کثیر الخطا ہونے سے اس کی احادیث ضعیف قرار نہیں پاتیں، چنانچہ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن الكثرة اسم يشتمل على معان شتى، ولا يستحق الإنسان ترك روايته حتى يكون منه من الخطأ ما يغلب صوابه، فإذا فحش

(باقی صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

③ ثلاثی حدیث کی تخریج میں صحیح بخاری کی کتاب اور باب کی نشان دہی کی ہے۔

④ سند حدیث میں وارد ہر راوی کا مختصر تعارف شرح میں اور بالتفصیل کتاب کے آخر میں کرایا ہے۔

⑤ حدیث کی شرح میں مختلف مصادر سے تفصیل نقل کر دی ہے۔

⑥ رواۃ حدیث کے مختصر تعارف میں تکرار بکثرت ہے۔

⑦ زیادہ تر اعتماد فتح الباری پر ہے۔ اکثر عبارات فتح الباری سے منقول ہیں۔ اپنی طرف سے کوئی تبصرہ، تعلیق اور حاشیہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

''انعام الباری'' کی طبع اول میں بڑی غلطیاں تھیں، بعض مقامات پر الفاظ میں تصحیف تھی، اسی طرح بعض مقامات پر عبارات آگے پیچھے تھیں۔ طبع دوم میں اسے تصحیح و تحقیق کے ساتھ شایع کیا گیا۔ دوسری طبع میں بھی کچھ غلطیاں رہ گئیں ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس علمی شرح کو سہ بارہ تحقیق وتخریج کے ساتھ شایع کیا جائے۔

راقم ناچیز کو اللہ تعالیٰ نے امسال اس کتاب کا اردو ترجمہ کرنے اور فوائد لکھنے کی ہمت و توفیق بخشی۔ رب ذوالجلال والاکرام کے فضل عظیم اور توفیق کامل سے راقم ناچیز نے اس شرح کے ترجمے میں جو اضافی کام کیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

① احادیث کا ترجمہ اور ہر حدیث کی تخریج ساتھ کر دی ہے۔

② احادیث میں وارد غریب الفاظ کے معانی اور صیغے بیان کر دیے ہیں۔

③ بعض مقامات پر حواشی اور تعلیقات بریکٹ کے درمیان لکھ دی ہیں۔

④ حدیث ثلاثی کی تخریج میں دیگر مصادر حتی الوسع نقل کر دیے گئے۔

⑤ شرح میں موجود بعض احادیث کی تخریج کر دی گئی ہے۔

⑥ شرح میں واقع بعض تسامحات کی نشان دہی کر دی ہے۔

⑦ آخر میں حدیث کے فوائد ذکر کیے ہیں۔

اس ترجمہ وفوائد میں اگر کوئی خوبی ہے تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور اگر کوئی خامی ونقص ہے تو میری طرف سے ہے۔ اصحاب علم اس میں کوئی تسامح یا غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔

**بقیہ: علامہ البانی کی تنقیدات کا علمی جائزہ**

ذلك منه وغلب على صوابه، استحق مجانبة روايته، وأما من كثر خطؤه ولم يغلب على صوابه فهو مقبول الرواية فيما لم يخطئ فيه واستحق مجانبة ما اخطأ فيه فقط، مثل شريك وهشيم وأبي بكر بن عياش وأضرابهم، كانوا يخطئون فيكثرون فروى عنهم واحتج بهم في كتابه."

(الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان: ١/ ٨٥)

یہی بات انھوں نے المجروحين (۲/۲۸۳) میں محمد بن سلیم ابو ہلال کے ترجمے میں اور الثقات (۷/ ۹۸، ۶۶۹) میں ابوبکر بن عیاش اور عبدالملک بن ابی سلیمان العزرمی اور ابو ہاشم الرمانی کے ترجمے میں کہی ہے۔ یہی جمہور ائمہ جرح وتعدیل کا موقف ہے، جیسا کہ حافظ ابن رجب نے شرح العلل للترمذي (۱/ ۳۹۷) میں ذکر کیا ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فلیح بن سلیمان کی طرح عبداللہ بن محمد بن عقیل کو بھی "لا يحتج به" کہا ہے اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے ان کے اس قول کی تصدیق کی ہے، مگر علامہ البانی رحمہ اللہ اسی کے واسطے سے مروی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"إسناده حسن، رجاله ثقات رجال مسلم غير ابن عقيل، وفيه كلام لا ينزل به عن رتبة الحسن." (إرواء الغليل: ٤/ ٣٥١)

اس لیے راوی کثیر الروایہ ہو اور کثیر الخطا بھی ہو تو اس کی روایت ضعیف نہیں ہوتی، الا یہ کہ اس کی اغلاط اس کی درستگی پر غالب ہوں اور وہ فاحش الخطاء ہو، لیکن امام یحییٰ وغیرہ کے مقابلے میں فلیح کو ثقہ وصدوق اور "لا بأس به" کہنے والے موجود ہیں اور صحاح جمع کرنے والے محدثین نے اس کی احادیث کو اپنی الصحیح میں نقل کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایسا "كثير الخطأ" نہیں جس کی حدیث ضعیف ہو۔ (باقی آئندہ)

تحقیق و تنقید

قسط نمبر ۵

## صحیح بخاری کی بعض احادیث پر
# علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

فلیح کے حوالے سے علامہ البانی رحمہ اللہ کا موقف مختلف ہے، اسی طرح ان کا یہ فرمانا کہ "لا تجد من صرح بأنه ثقة" (الضعيفة: ١٤/١٠٤٣، ق: ٢، تحت رقم: ٦٩٥٠) بھی درست نہیں۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے بلکہ "متقن أهل المدينة" بھی کہا ہے، نیز ابن شاہین نے بھی ثقہ کہا ہے، جیسا کہ پہلے ہم نقل کر آئے ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"هو مختلف فيه و قد ضعفه جماعة ومشاه بعضهم، و احتج به الشيخان في صحيحيهما، والراجح عندنا أنه صدوق في نفسه و أنه يخطئ أحياناً فمثله حسن الحديث إن شاء الله إذا لم يتبين خطأه." (الصحيحة: ١٢٨/١، تحت رقم: ٥٩)

اسی طرح صحیح بخاری کی ایک حدیث پر، جو فلیح بن سلیمان سے مروی ہے، بحث کرتے ہوئے بالآخر لکھتے ہیں:

"فمثله قد يحسّن حديثه، أما الصحة فلا." (الصحيحة، رقم: ٣١٤١)

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ "محمد بن فليح بن سليمان عن أبيه" کی سند پر نقد کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں:

"فمثله يكون حديثه ضعيفاً لا سيما إذا لم يخرجه الشيخان." (الضعيفة: ٥/٣٥٩، تحت رقم: ٢٣٣٣)

غور فرمایا آپ نے کہ کبھی وہ اس کی حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں اور کبھی فرماتے ہیں اس کی حدیث ضعیف ہے جب وہ بخاری مسلم میں نہ ہو اور کبھی بخاری مسلم کی احادیث کو بھی ضعیف قرار دیتے ہیں، جیسے زیرِ بحث روایت کو اور آئندہ بھی بعض روایات کو انھوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"يختلفون فيه و ليس به بأس."

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کے متعلق فرمایا ہے:

"هذا من أحسن ما قيل." (الضعيفة: ١٤/١١٤٣، ق: ٢، تحت رقم: ٦٩٥٠)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس درجے کی توثیق کا حامل راوی ضعیف اور اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے؟ الفاظِ تعدیل میں علامہ سخاوی نے اسے مرتبۂ خامسہ کے الفاظ میں شامل کیا ہے جس میں مزید یہ الفاظ بھی انھوں نے ذکر کیے ہیں: "ليس به بأس، صدوق، خيار."

حافظ سخاوی نے اگرچہ مرتبۂ خامسہ کے راویوں سے استدلال کو درست قرار نہیں دیا، لیکن ڈاکٹر عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"لكننا نجد الأئمة يحسنون حديث الصدوق كما هو الشأن في محمد بن عمرو بن علقمة و محمد بن إسحاق ونحوهما." (ضوابط الجرح والتعديل، ص: ١٦٩)

چنانچہ محمد بن اسحاق کی حدیث کو متعدد مقامات پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری: ۴/۳۲۔ ۹/۳۶۲۔ ۱۱/۱۶۳۔ ۱۳/۳۵۳، شرح نخبۃ الفکر، ص: ۳۴)

یہی بات علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے السیر (۷/۴۱)، الکاشف (۳/۱۹) وغیرہ میں فرمائی ہے۔ اسی طرح انھوں نے ابن اسحاق کو "من تكلم فيه وهو موثق" میں ذکر کیا ہے، بلکہ خود حافظ سخاوی نے بھی اس کی حدیث کو حسن، بلکہ صحیح تسلیم کیا ہے۔ (القول البدیع،

ص: ۳۵، ط. سیالکوٹ۔ المقاصد الحسنة، ص: ۳۵۷) بلکہ اکثر و بیشتر حضرات نے اس کی احادیث کو حسن قرار دیا ہے جس کی تفصیل ''توضیح الکلام'' (جلد اول) میں دیکھی جا سکتی ہے، حتیٰ کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (الإرواء: ۲/ ٤٤، ۹۹، صحیح أبي داود، رقم: ۱۷٤۵)

اسی طرح محمد بن عمرو بن علقمہ کی احادیث بھی حسن ہیں، جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے الإرواء (۱/۲۲۴،۲/۹۶) وغیرہ میں کہا ہے، اس لیے جب علامہ البانی رحمہ اللہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اس قول کو "أحسن ما قیل" تسلیم کرتے ہیں تو اس درجے کے راویوں کی روایت حسن ہے، ضعیف نہیں۔

امام ابن عدی، امام حاکم، علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے فلیح بن سلیمان سے استدلال کیا ہے اور امام بخاری نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ امام ابن معین عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کو فلیح سے اثبت قرار دیتے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تو عبدالعزیز دراوردی پر اعتماد نہیں کیا اور اس سے استدلالاً روایت نہیں لی، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"روى له البخاري حديثين قرنه فيهما بعبدالعزيز بن أبي حازم وغيره و أحاديث يسيرة أفرده لكنه أوردها بصيغة التعليق في المتابعات." (هدي الساري، ص: ٤٢٠)

لیکن اس کے مقابلے میں فلیح بن سلیمان سے امام بخاری نے استدلالاً روایت لی اور اس پر اعتماد کیا ہے تو یہ اعتماد اس بات کا مُشعِر ہے کہ فلیح کے بارے میں امام ابن معین کی رائے محلِ نظر ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے تتبع کے بعد ہی اس پر اعتماد کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فلیح کے بارے میں فرماتے ہیں:

"من طبقة احتج به البخاري و أصحاب السنن، و روى له مسلم حديثا واحدا وهو حديث الإفك."

اس کے بعد اس کے بارے میں مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"لم يعتمد عليه البخاري اعتماده على مالك وابن عيينة و أضرابهما، و إنما أخرج له أحاديث أكثرها في المناقب و بعضها في الرقاق." (هدي الساري، ص: ٤٣٥)

بلاشبہ فلیح بن سلیمان اس درجے و مرتبے کے قطعاً نہیں جو درجہ امام مالک، امام ابن عیینہ اور ان جیسے دیگر کبار محدثین کا ہے، مگر ان کا یہ کہنا کہ امام مسلم نے صرف ان سے ایک حدیثِ افک ہی روایت کی ہے، درست نہیں۔ بلکہ حدیثِ افک (رقم: ۲۷۷۰) کے علاوہ دیگر احادیث (رقم: ۲۴۰، ۸۳۹، ۸۹۱، ۲۳۸۲) بھی روایت کی ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے مناقب و رقاق ہی میں نہیں، احکام میں بھی روایات لی ہیں، مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے احکام میں وہی روایات ہیں جن کی متابعت پائی جاتی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"ولم يخرج البخاري من حديثه في الأحكام إلا ما توبع عليه، و أخرج فى المواعظ والآداب وما شاكلها طائفة من أفراده."

(فتح الباري: ١/١٤٢)

لیکن یہ بات بھی محلِ نظر ہے۔ فلیح بن سلیمان کی "كتاب الأشربة، باب الكرع في الحوض" کے تحت روایت ((إن كان عندك ماء في شنة و إلا كرعنا)) سے امام صاحب نے حوض سے مُنھ لگا کر پانی پینے پر استدلال کیا ہے۔ آپ اسے خواہ آداب میں بھی شامل کر لیں، تاہم اس سے ایک مسئلے پر استدلال ہے۔ اس روایت کو بھی علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا متکلم فیہ راوی سے روایت لینے کا اسلوب پہلے ہم ذکر کر آئے ہیں، ان کے اسی تتبع و تمیز کے تناظر میں ایسے راویوں کی صحیح بخاری میں روایت کا ہونا روایت کے ضعف کا موجب نہیں، جس کا اعتراف خود علامہ البانی رحمہ اللہ کو بھی ہے، انھی کے تلمیذِ رشید

علامہ ابواسحاق الحوینی فلیح کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وخلاصته أنه حسن الحديث إذا لم يخالف من هو أوثق منه، والشيخان تخيرا من حديثه كما هي عادتهما في التخريج للرواة المتكلم فيهم، فلا يكون حديث الراوي المتكلم فيه فى الصحيحين كقوته خارج الصحيحين حق وإن كانت الترجمة على شرطهما." (بحوالہ نثل النبال بمعجم الرجال: ۱۷۵۲/۳)

یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اظہار علامہ حازمی نے "شروط الأئمة الخمسة" میں کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

”فإن قيل: وإن كان الأمر على ما مهّدت وأن الشيخين لم يلتزما استيعاب جميع ما صح بل لم يودعا كتابيهما إلا ما صح فما بالهما خرّجا حديث جماعة تكلم فيهم نحو فليح بن سليمان و عبد الرحمان بن عبد الله بن دينار و إسماعيل بن أبي أويس عند البخاري و محمد بن إسحاق و ذويه عند مسلم؟ قلت: أما إيداع البخاري و مسلم كتابيهما حديث نفر نسبوا إلى نوع من الضعف فظاهر، غير أنه لم يبلغ ضعفهم حدا يرد به حديثهم مع أنا لا نقر بأن البخاري كان يرى تخريج من ينسب إلى نوع من أنواع الضعف و لو كان ضعف هؤلاء قد ثبت عنده لما خرّج حديثهم."

(شروط الأئمة الخمسة، ص: ۱۷۱، ۱۷۲)

اس لیے فلیح پر کلام کا یہ نتیجہ قطعاً نہیں کہ اس کی بخاری و مسلم میں مروی روایات بھی ضعیف ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہ بات بھی عجیب کہی کہ ”امام مسلم، ابوعوانہ، ابن حبان وغیرہ دیگر اصحاب الصحاح نے اس کی یہ روایت ذکر نہیں کی۔“ کیا اگر دیگر اصحاب الصحاح اس کی یہ روایت ذکر کر دیتے تو وہ صحیح ہو جاتی؟! اس سے پہلے یحییٰ بن سلیم کی حدیث (( ثلاثة أنا خصمهم)) کو امام بخاری کے علاوہ دیگر اصحاب الصحاح، مثلاً: ابن جارود، ابن حبان، ابن خزیمہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ امام بغوی اور امام بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے تو کیا اس سے یہ روایت قبول کر لی گئی ہے؟

اصحاب الصحاح نے اگر یہ روایت ذکر نہیں کی تو کیا انھوں نے فلیح بن سلیمان کی دیگر روایات بھی ذکر نہیں کیں؟ کیا امام ترمذی نے اس کی احادیث کو حسن صحیح نہیں کہا؟ اس لیے فلیح علی الاقل حسن الحدیث ہے بالخصوص اس میں جسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، البتہ ثقات کی مخالفت میں اس کی حدیث حسن نہیں۔ حدیث زیرِ بحث میں کسی ثقہ کی فلیح نے مخالفت نہیں کی۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے مزید محمد بن فلیح پر جرح کی ہے اور فرمایا ہے: ”وقريب منه ابنه محمد بن فليح." کیوں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ ”صدوق يهم“ ہے۔ لیکن ایسے راوی کی روایت ثقات سے مخالفت پر ہی ضعیف ہوتی ہے، ورنہ وہ حسن ہوتی ہے اور روایت زیرِ بحث میں اس نے کسی ثقہ کی مخالفت نہیں کی۔ اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کلام اس روایت کے ضعف کا قطعاً باعث نہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسی حوالے سے مزید کچھ کہا ہوتا تو ہم بھی اپنی معروضات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دیتے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے سند کے علاوہ اس کے متن پر بھی اعتراض کیا ہے اور اس کے بعض الفاظ کو منکر قرار دیا ہے، چنانچہ متن کے اعتبار سے کچھ اعتراض یہ ہیں:

**پہلا اعتراض اور اس کا جواب:**

اس حدیث میں یہ قصہ نیند (نوم) کا بتلایا گیا ہے: ((بينا أنا نائم)) جب کہ حوضِ کوثر کی دیگر تمام روایات میں ”نوم“ کا ذکر نہیں۔

مگر یہ کوئی وزنی اعتراض نہیں کیوں کہ یہ ایک مستقل روایت ہے۔ قیامت میں جو کچھ ہونا ہے، اسے خواب میں دکھلایا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے:

"بأنه رأى في المنام في الدنيا ما سيقع له في الآخرة." (فتح الباري: ۱۱/٤٧٤)

مگر علامہ البانی رحمہ اللہ اس پر مطمئن نہیں کیوں کہ اس کا راوی ثقہ حافظ نہیں۔ ان کے الفاظ ہیں:

"ولا بأس بمثله لو كان الراوي له ثقة جبلا في الحفظ و هيهات و هيهات!" (الضعيفة)

مگر قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثقہ حافظ سے ہوتی تو اس کا متن شذوذ ونکارت سے پاک وصاف ہوتا؟ کیا اس میں خواب کے واقعے کو اور دیگر "تفردات" کو تسلیم کر لیا جاتا؟ فلیح بن سلیمان کی یہ مستقل روایت ہے جس میں خواب کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے زیادتِ ثقہ کی بحث میں لکھا ہے:

"ثم إن الفرق بين تفرد الراوي بالحديث من أصله وبين تفرد بالزيادة ظاهر ...... إلخ."

(النكت: ٢/٦٩١)

امام بخاری رحمہ اللہ کا اس پر اعتماد اس کے ثبوت کی دلیل ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ سے قبل کسی نے بھی اسے معلول قرار نہیں دیا۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ((بینما أنا قائم)) کے الفاظ سے بھی امام کُشْمِیهَنی کی روایت سے منقول ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے:

"وهو أوجه، والمراد به قيامه على الحوض يوم القيامة."

"قائم" ہی کے لفظ سے اسے علامہ منذری نے "الترغيب والترهيب" اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "الجامع الصغير" میں نقل کیا ہے، جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، بلکہ حافظ ابن کثیر نے "النهاية" (۱/۳۶۴) میں، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے "التذكرة" (۲/۱۲۲) میں اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "البدور السافرة" (ص: ۱۴۶) میں بھی اسے "قائم" ہی کے لفظ سے نقل کیا ہے۔ اس اعتبار سے اس کا حوضِ کوثر کے بارے میں مروی دیگر روایات کے ساتھ کوئی تعارض نہیں رہتا ہے جس کی طرف اشارہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

### دوسرا اعتراض اور اس کا جواب:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اس میں "خرج رجل من بيني وبينهم" دوبار ہے اور یہ تمام احادیثِ حوض کے معارض ہے کہ ان میں تو "يارب! أصحابي" ہے اور فرشتے کے جواب دینے کا ذکر ہے اور یہ فرشتہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول کا مبلغ ہے، جب کہ اس میں "رجل" سے بات کرنے کا ذکر ہے اور فرشتے کو تذکیر وتانیث سے ذکر نہیں کیا جاتا!

مگر سوال یہ ہے کہ تعارض تو تب ہوتا جب دو روایات میں تطبیق وتوفیق نہ ہو۔ دیگر احادیثِ حوض میں اگر ایک ہی بار منحرفین ومبتدعین کی جماعت سے تقابل کا ذکر ہے تو اس میں دوبار کا ذکر ہے، اس میں دوسری روایات سے مخالفت کیسی؟ بلکہ مزید ایک اور جماعت سے تقابل کا ذکر ہے۔

فرشتہ جب انسانی کی شکل میں نظر آئے تو اس پر "رجل" کے اطلاق میں کوئی نکارت نہیں۔ اسی بنا پر حدیثِ جبرائیل کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے "جاء رجل" ہی کہا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۵) بلکہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((علي بالرجل)) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تلاش کے لیے نکلے، مگر وہ کہیں نہ ملا۔ (فتح الباری: ۱/۱۲۴) اس لیے دوسری جن احادیث میں "الملك" فرشتے کا ذکر ہے وہ اس کے منافی نہیں کیوں کہ عین ممکن ہے کہ وہ انسانی شکل میں ہو، اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے: "المراد بالرجل الملك المؤكل" تو بالکل بجا فرمایا ہے، اس میں کوئی غرابت یا نکارت نہیں۔

### تیسرا اعتراض اور اس کا جواب:

اس میں دوبار منحرفین کو لوٹائے جانے کا ذکر ہے، یہ اس حدیث میں منکر ہے۔ ہم عرض کر آئے ہیں کہ اس میں دوسری روایات سے کوئی بنیادی مخالفت نہیں، بلکہ منحرفین کو دوبار لوٹائے جانے کا ذکر ہے۔ یہاں معاملہ زیادتِ ثقہ کا نہیں، بلکہ ایسے صدوق راوی کی ایک مستقل روایت کا ہے جس کی روایت کو علامہ البانی رحمہ اللہ بھی حسن تسلیم کرتے ہیں۔ (جاری ہے)

تحقیق وتنقید

قسط نمبر ۶

صحیح بخاری کی بعض احادیث پر

# علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

## تیسری حدیث:

صحیح بخاری کی تیسری حدیث جسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حسبِ ذیل روایت ہے:

((إذا وسّد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة)) (صحيح بخاري، رقم: ٥٩، ٦٤٩٦)

''جب حکومت نا اہلوں کے سپرد کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔''

اس حدیث کو بھی علامہ البانی رحمہ اللہ نے فلیح بن سلیمان کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، ان کے الفاظ ہیں:

"هذا إسناد ضعيف، تفرد به البخاري دون بقية الستة وسائر المشاهير. و علته فليح بن سليمان، فإنه وإن كان صدوقا فهو كثير الخطأ ...... إلخ." (الضعيفة: ١٤/١٠٣٨، ق: ٢، رقم: ٦٩٤٧)

مگر ہم عرض کر آئے ہیں کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر کے موقف کی موافقت میں فلیح بن سلیمان کو "كثير الخطأ" کہنا محلِ نظر ہے۔ ائمہ متقدمین میں سے کسی نے بھی اسے "كثير الخطأ" نہیں کہا، بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں، حتیٰ کہ خود علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے حسن الحدیث قرار دیا ہے اور "يخطئ أحيانا" کہا ہے (الصحيحة، تحت رقم: ٥٩)، "كثير الخطأ" نہیں کہا۔ لیکن تقریب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کے تناظر میں وہ جو صحیح بخاری کی احادیث کو ضعیف قرار دے رہے ہیں، قطعاً درست نہیں۔ وہ خود اس بات کے بھی معترف ہیں کہ متکلم فیہ راوی کی صحیحین میں روایت کا حکم ضعف کا نہیں ہوتا، اس لیے فلیح بن سلیمان کی وجہ سے صحیح بخاری کی روایت پر کلام خود ان کے مسلّمات کے منافی ہے۔

اس روایت کو ذکر کرنے میں باقی اصحابِ ستہ میں سے امام بخاری بلاشبہ منفرد ہیں، لیکن یوں بھی نہیں کہ باقی "سائر المشاهير" اس سے بے خبر تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بھی مسند احمد (۲/۳۶۱) میں اسے ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ یہی روایت صحیح ابن حبان (حدیث: ۱۰۴) میں بھی مذکور ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے امام حسن بن سفیان سے بھی نقل کیا ہے۔ (فتح الباری: ۱/۱۴۳) امام بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنۃ (۱۵/۲۵، ۲۶، حدیث: ۴۲۳۲) میں اسے امام بخاری رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کیا اور اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ امام ابن حبان اور امام بغوی رحمہما اللہ کا اسے صحیح کہنا اس کی صحت کی مزید دلیل ہے، اس کو ضعیف قرار دینے میں ائمہ سلف میں کوئی بھی علامہ البانی رحمہ اللہ کا ہم نوا نہیں ہے۔

## چوتھی حدیث:

صحیح بخاری کی جن روایات پر علامہ البانی رحمہ اللہ نے کلام کیا ہے، ان میں سے چوتھی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

((إن كان عندك ماء بات هذه الليلة في شنّة و إلا كرعنا.)) (صحيح بخاري، رقم: ٥٦١٣، ٥٦٢١)

''(نبی ﷺ نے انصاری صحابی کو فرمایا:) اگر آپ کے پاس پرانے مشکیزے میں رات کا پانی موجود ہے (تو ٹھیک ہے وہ لے آئیے)، ورنہ ہم مُنھ لگا کر پی لیتے ہیں۔''

اس روایت کو بھی علامہ البانی رحمہ اللہ نے فلیح بن سلیمان کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، ان کے الفاظ ہیں:

"هذا إسناد ضعيف، وسياق غريب (بذكر الكراع فيه) وعلته فليح بن سليمان فإنه سيئ الحفظ، ولذلك ضعفه الحافظ كما تقدم مراراً ...... إلخ." (الضعيفة: ٦٩٤٩، ١٤/١٠٤١، ق: ٢)

ہم عرض کر آئے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی حدیث کو ضعیف نہیں، بلکہ حسن قرار دیتے ہیں جس کی وضاحت پہلے با حوالہ گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اسے الصحیح (حدیث: ۵۲۹۰، ۵۳۶۵) میں ذکر کیا ہے۔ خود علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ابوداود، دارمی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اور مسند امام احمد میں بھی ہے۔ ان کے علاوہ یہ ابویعلیٰ (حدیث: ۲۰۹۳)، بیہقی کی السنن (حدیث: ۱۴۴۳۷)، شعب الإيمان اور الآداب میں بھی منقول ہے۔

گویا یہ روایت بہت سے مشاہیر ائمہ کرام نے بھی ذکر کی ہے اور کسی نے بھی اس پر ضعف کا حکم نہیں لگایا۔ علامہ البانی رحمہ اللہ پہلے فرد ہیں جو اسے ضعیف قرار دیتے ہیں، حالانکہ ان کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ متکلم فیہ راوی کی حدیث صحیح بخاری میں ہو تو اس کا حکم مختلف ہوگا، چنانچہ اسی فلیح کی ایک روایت پر بحث کے ضمن میں انھوں نے فرمایا ہے:

"وإن كان صاحب الصحيح احتج به فإنه يجوز أن ذلك لأنه لم يثبت جرحه عنده، أو أنه ينتقي من حديثه مع اعتقاده أن فيه ضعفا يسيرا لا يسقط به حديثه جملة عنده خلافا لغيره." (الضعيفة: ١٧٨/٢، تحت رقم: ٧٥٥)

اس لیے امام بخاری نے فلیح بن سلیمان کی احادیث پر اعتماد کیا ہے تو وہ ان کے نزدیک ایسا نہیں کہ اس کی حدیث ضعیف ہے۔ وہ ایسے مختلف فیہ راویوں کی احادیث کا انتخاب کر کے ہی الصحیح میں شامل کرتے تھے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے المحلّٰی میں پانی کو ہاتھ یا برتن سے پینے کے بجائے چشمے یا نہر سے مُنھ کے ذریعے پانی پینے کی ممانعت کی روایت ذکر کر کے کہا ہے کہ مُنھ سے براہِ راست پینے کے جواز کی یہ بخاری کی روایت اور ممانعت کی روایت جو لیث کی سند سے مروی ہے، دونوں ضعیف ہیں کیوں کہ "فليح و ليث متقاربان."

علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہاں یہ فیصلہ تو فرما دیا، مگر کیا دونوں ضعف میں یکساں اور قریب قریب ہیں؟ قطعاً نہیں! خود علامہ ابن حزم رحمہ اللہ لیث بن ابی سلیم کو ضعیف کہتے ہیں، جیسا کہ کتاب البیوع میں (بیع الشطرنج، مسئلہ: ۱۵۶۵) کے تحت حدیث (( إن الله حرم المغنية وثمنها)) (المحلی: ٥٦/٩) اور مسئلہ نمبر (۱۱۸۳) "ولا يجزئ في الكفارة إطعام مسكين" (المحلی: ٧٣/٨) کے تحت ہے، جب کہ انھوں نے عورت کی تدفین کے مسئلے میں فلیح بن سلیمان کے واسطے سے مروی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (المحلی: ٥ / ١٤٥) اور لطف یہ کہ انھوں نے اسے اپنی سند سے بہ واسطہ امام بخاری ہی یہ روایت بیان کی ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے۔

اسی طرح کیا علامہ البانی رحمہ اللہ بھی دونوں کو یکساں سمجھتے ہیں؟ بالکل نہیں! لیث کو تو وہ ضعیف قرار دیتے ہیں، چنانچہ الضعیفة (رقم: ۲) میں لکھتے ہیں:

"هذا إسناد ضعيف من أجل ليث هذا وهو ابن أبي سليم فإنه ضعيف." (الضعيفة: ١٤/١)

رہے فلیح بن سلیمان تو ان کے بارے میں ان کی رائے ہم پہلے نقل کر آئے ہیں، اس لیے دونوں کو ضعف میں یکساں قرار دینا انصاف کے بالکل منافی ہے اور فلیح کی صحیح بخاری میں روایت کو ضعیف کہنا بھی درست نہیں۔

<u>پانچویں حدیث:</u>

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو مقامات پر ذکر کی ہے۔ پہلا

"كتاب الحرث والمزارعة" کے آخر میں اور دوسرا "كتاب التوحيد، باب كلام الرب مع أهل الجنة" میں، جس کے ابتدائی الفاظ ہیں:

((إن رجلاً من أهل الجنة استأذن ربه في الزرع......إلخ.)) (صحيح بخاري، رقم: ٢٣٤٨، ٧٥١٩)

اس حدیث کو بھی علامہ البانی رحمہ اللہ نے فلیح بن سلیمان کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ یہی روایت مسند احمد (۲/۵۱۱) اور صفة الجنة لأبي نعيم میں بھی ہے اور علامہ شعیب الارنؤوط رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ (مسند الإمام أحمد: ١٦/ ٣٧٦، رقم: ١٠٦٤٢)

علامہ البانی رحمہ اللہ کے علاوہ کسی محدث نے یا کسی صاحبِ علم نے اسے ضعیف قرار نہیں دیا۔ فلیح بن سلیمان کے بارے میں ہم اپنی معروضات پہلے پیش کر آئے ہیں کہ وہ حسن الحدیث ہے۔ بالخصوص صحیح بخاری میں اس کے یا دیگر متکلم فیہ راویوں کے بارے میں امام بخاری کا تتبع اور اِنتقا ایک معروف امر ہے جسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہاں ملحوظ نہیں رکھا۔

## چھٹی حدیث:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بھی ضعیف کہا ہے جس کے الفاظ ہیں:

((إن هاتين الصلاتين حولتا عن وقتهما في هذا المكان (يعني المزدلفة) المغرب والعشاء......إلخ.)) (صحيح بخاري: كتاب الحج، باب متى يصلي الفجر بجمع، رقم: ١٦٨٣)

## علامہ البانی رحمہ اللہ کے اعتراضات:

اسبابِ ضعف بیان کرتے ہوئے علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① ایک تو ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبيعي مختلط ہیں۔

② متن میں اضطراب ہے اور یہ کئی وجوہ پر ہے:

۱۔ تینوں نمازوں (مغرب، عشاء اور فجر) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کے اوقات تبدیل کر دیے گئے ہیں۔

۲۔ مسند احمد (۱/۴۴۹) کی روایت میں عشا کی نماز کا ذکر نہیں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"لم يثبت عنهما قوله: ((تحولان عن وقتهما))." (السنن الكبرى: ٥/ ١٢١)

۳۔ زهير عن أبي إسحاق کی روایت (صحیح بخاری، حدیث: ۱۶۷۵) میں یہ جملہ موقوف ہے، مرفوع نہیں۔

۴۔ مغرب کے بعد رکعتیں پڑھنے کا ذکر زہیر کی روایت میں ہے، اسرائیل کی روایت میں نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ دو رکعتوں کا ذکر محفوظ نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مقدمہ فتح الباری میں کہا ہے:

"لم أر في البخاري من الرواية عنه إلا عن القدماء من أصحابه كالثوري وشعبة، لا عن المتأخرين كابن عيينة وغيره."

حالانکہ صحیح بخاری میں ابو اسحاق سے اسرائیل اور زہیر کی یہ روایت ہے اور انھوں نے ابو اسحاق سے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے۔ (الضعيفة: ١٠/ ٣٨٥-٣٩١، ق: ١، رقم: ٤٨٣٥. ملخصاً)

## جواب:

صحیح بخاری کی اس روایت پر ان اعتراضات کے بارے میں ہماری معروضات حسبِ ذیل ہیں:

❶ ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ اگرچہ مختلط ہیں اور حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری (ص: ۴۳۱) میں ان کے ترجمے میں وہ بات فرمائی ہے جسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ مختلطین کے بارے میں تقریباً یہی رائے حافظ ابن صلاح کی ''علوم الحدیث'' (ص: ۳۵۶) میں اور علامہ عراقی کی التقييد والإيضاح (ص: ۴۴۲) میں ہے کہ صحیحین میں مختلطین سے روایات قبل از اختلاط ہیں۔

لیکن علی الاطلاق یہ بات درست نہیں۔ صحیحین میں مختلطین کی صرف وہی روایات نہیں جو ان سے ان کے قدماء اصحاب نقل

کرتے ہیں، بلکہ امام بخاری بعض اوقات ان راویوں کی روایات بھی لائے ہیں جنھوں نے بعد از اختلاط سماع کیا ہے، مگر شیخین ان کی وہی روایات لاتے ہیں جو ان کے نزدیک ان کی قدیم روایات میں شمار ہوتی ہیں یا ان کی وہ روایات منتخب کرتے ہیں جن میں ان کی متابعت پائی جاتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ہی نے سعید بن ابی عروبہ کے ترجمے میں فرمایا ہے:

”وأما ما أخرجه البخاري من حديثه عن قتادة فأكثره من رواية من سمع منه قبل الاختلاط، وأخرج عمن سمع منه بعد الاختلاط قليلاً، كمحمد بن عبد الله الأنصاري و روح بن عبادة و ابن أبي عدي، فإذا أخرج من حديث هؤلاء انتقى منه ما اتفقوا عليه.“ (مقدمة فتح الباري، ص: ٤٠٦)

اسی طرح حصین بن عبدالرحمان السُّلَمِی بھی بخاری کے راوی ہیں اور مختلط ہیں، ان سے حصین بن نمیر نے بعد از اختلاط سماع کیا ہے، مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی متابعت ہُشیم اور محمد بن فضیل نے کی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص:۳۹۸)

اس لیے صحیحین میں مختلطین کی روایات میں اگر ان کے بعض اُن تلامذہ کی روایات ہیں جو اختلاط کے بعد کی ہیں تو وہ ایسی ہیں جن میں ان کی متابعت ثابت ہے۔ رہی ابواسحاق سے اسرائیل کی روایات تو اس کے بارے میں محدثین کی آرا مختلف ہیں۔ امام احمد اور امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے اگر فرمایا ہے کہ اسرائیل نے ابواسحاق سے اختلاط کے بعد سنا ہے تو امام عبدالرحمان بن مہدی اسرائیل کو ابواسحاق سے روایت کرنے میں شعبہ اور ثوری سے بھی اثبت سمجھتے تھے۔ ان کے الفاظ ہیں:

”إسرائيل في أبي إسحاق أثبت من شعبة والثوري.“ (الكامل: ٣٥٩/٢، و عنه البيهقي: ١٠٨/٧)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ یہی قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”هذا أنا إليه أميل مما تقدم، فإن إسرائيل كان عكاز جده...... إلخ.“ (السير: ٣٥٩/٧)

اس سے پہلے جن اقوال کی طرف اشارہ کیا ہے وہ امام یحییٰ بن سعید اور امام علی بن مدینی کا اسرائیل پر نقد ہے اور انھی کی اتباع میں علامہ ابن حزم کا صحیحین میں اسرائیل کی روایات کو ضعیف قرار دینا ہے، اس کی تردید کرتے ہوئے بھی انھوں نے لکھا ہے:

”فلا يلتفت إلى ذلك بل هو ثقة، نعم ليس هو في التثبت كسفيان و شعبة و لعله يقاربهما في حديث جده، فإنه لازمه صباحاً ومساء عشرة أعوام...... إلخ.“ (السير: ٣٥٨/٧)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:

”إسرائيل اعتمده البخاري و مسلم في الأصول و هو في الثبت كالأسطوانة فلايلتفت إلى تضعيف من ضعفه.“ (ميزان الاعتدال: ٢٠٩/١)

بلکہ امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اسرائیل نے فرمایا:

”مجھے ابواسحاق کی روایات یوں یاد ہیں جیسے قرآن مجید کی سورت یاد ہے۔“ (الجرح والتعدیل: ۳۳۱/۲ وغیرہ)

امام عبدالرحمان بن مہدی نے فرمایا ہے:

”اسرائیل کو ابواسحاق کی احادیث اسی طرح حفظ تھیں جیسے سورت فاتحہ حفظ تھی۔“ (مستدرک: ۱۷۰/۲)

اسی طرح امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إسرائيل ثقة متقن، من أتقن أصحاب أبي إسحاق.“ (الجرح و التعديل: ٣٣١/٢)

بلکہ یہ بھی فرمایا:

”زهير أحب إلينا عن إسرائيل في كل شيئ إلا في حديث أبي إسحاق.“ (الجرح والتعديل: ٥٨٩/٣)

امام شعبہ جنھیں ابواسحاق کے قدماء تلامذہ میں شمار کیا گیا ہے، ان سے کہا گیا کہ ہمیں ابواسحاق کی احادیث بیان کریں تو انھوں نے فرمایا: "سلوا عنها إسرائيل فإنه أثبت فيها مني." (الكامل: ٣٥٨/٢ و عنه عند البيهقي: ١٠٨/٧)

یہ اور اسی کی تائید میں دیگر اقوال اس بات کی دلیل ہیں کہ اسرائیل نے ابواسحاق سے اختلاط سے پہلے بھی سماع کیا ہے۔ یوں نہیں کہ اس کا تمام تر سماع ابواسحاق کے اختلاط کے بعد تھا، بلکہ اسرائیل اپنے دادا ابواسحاق کے اختلاط کو سمجھتے تھے اور وہ ان سے ملاقات کرنے والوں کو ان کے اختلاط سے آگاہ کرتے تھے، چنانچہ حافظ ابوزرعہ دمشقی نے ذکر کیا ہے:

"حدثني عبدالله بن جعفر عن عبيدالله بن عمرو قال: جئت محمد بن سوقة معي شفيعا عند أبي إسحاق، فقلت لإسرائيل: استأذن لنا الشيخ، فقال: صلى بنا الشيخ البارحة فاختلط، قال: فدخلنا عليه و سلمنا و خرجنا."

(تاريخ أبي زرعة، ص: ٢٢٣، رقم: ١٢١٢)

یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اسرائیل نے اپنے دادا ابواسحاق کے اختلاط سے پہلے سماع کیا، وہ ان کے اختلاط کو سمجھتے اور ملنے والوں کو اس عارضے سے آگاہ کرتے تھے، اس لیے ان کی ابواسحاق سے تمام روایات کو اختلاط کے بعد قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بھی یہی فیصلہ ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"سماع إسرائيل من أبي إسحاق في غاية الاتقان للزومه إياه لأنه جده وكان خصيصا به......إلخ." (فتح الباري: ٣٠١/١، نیز دیکھیں: فتح الباري: ١١/١١٥، ١٩٧)

تقریباً یہی موقف علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا ہے، جیسا کہ پہلے ہم نقل کر آئے ہیں، اس لیے ابواسحاق کے اختلاط کے تناظر میں اسرائیل کی روایت پر اعتراض درست نہیں۔ (باقی آئندہ)

## بقیہ: اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ

''پورے نرخ پر بیچو یا سامان بازار سے اٹھا لو اور اسے پرائیوٹ طور پر بیچو تا کہ بازار والوں کو نقصان نہ پہنچے۔''

اسلام کے قانون میں سرمایہ دار، مزدور، کسان، زمیندار سب سوسائٹی کے اجزاء ہیں اور معاشرے کی تشکیل میں سب کا مساوی حصہ ہے، اس لیے کسی کی تخریب یا تباہی اس قانون میں ممکن نہیں، بلکہ ہر ایک کو قانون کی حدود کا پابند ہونا ہوگا۔ بلاوجہ ہڑتالوں اور ہڑبونگ سے ملک کے نظام کو خراب کرنا قطعاً درست نہیں۔ کشت و خون اور انارکی سے ملک کے نظامِ امن کو تباہ کرنا، اس کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں۔

بعض سیاست دانوں نے کبھی ''اسلامی سوشلزم'' کا لفظ استعمال کیا تھا، اگر اس کا کوئی مفہوم ہوسکتا ہے تو وہ اس معتدل قانون کی صحیح تعبیر ہے، ورنہ عرفی سوشلزم سے تو اسلام کو کوئی واسطہ نہیں۔ اسلام خود ایک جامع قانون ہے جس کی تعبیر نہ اشتراکیت سے ہوسکتی ہے، نہ کمیونزم سے۔ ملتِ عشق کی اپنی خاص راہ ہے، اس میں کوئی اشتراک نہیں۔

ملتِ عشق از ہمہ ملت جداست
عاشقاں را مذہب و ملت خداست

''ملتِ عشق تمام ملتوں سے جدا ہے۔ عاشقوں کا مذہب و ملت بس خدا ہے۔''

گزارشات اختصار کی کوشش کے باوجود بہت لمبی ہوگئی ہیں، لیکن بہ لحاظ اہمیتِ موضوع بے حد مختصر ہیں۔ کئی زاویوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوسکی، کئی تشنۂ تکمیل ہیں، ان میں صرف اشارات پر اکتفا کرنا پڑا۔ ایک نامکمل اور ابتدائی کوشش ہے۔ اہلِ علم کو اس پر قلم اُٹھانا چاہیے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر لکھنا چاہیے۔ یہ وقت کے اہم مسائل ہیں، ہدایت کے متلاشی اگر اہلِ علم سے راہنمائی کے خواہش مند ہوں تو اہلِ علم کو اپنا فرض پہچاننا چاہیے۔

و الله ولي التوفيق.

❀❀❀

## صحیح بخاری کی بعض احادیث پر

# علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

❷ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ روایت میں اضطراب ہے۔

❁......اضطراب کی پہلی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ صحیح بخاری (حدیث:۱۶۸۳) میں تین نمازوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کے اوقات بدل دیے گئے ہیں: مغرب، عشاء اور نمازِ فجر۔

عرض ہے کہ اسرائیل سے عبدالرزاق (مسند احمد:۱/۴۴۹)، یحییٰ بن آدم (احمد:۱/۴۱۸)، محمد بن یوسف الفریابی (طحاوی:۱/۱۷۸) اور احمد بن خالد الوہبی (بیہقی:۵/۱۲۱) روایت کرتے ہیں تو مغرب کے ساتھ عشاء کا ذکر نہیں کرتے۔ صرف عبداللہ بن رجاء ہیں جو "المغرب و العشاء" کہتے ہیں، بلکہ زُہیر بھی جب ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں تو وہ بھی عشاء کا ذکر نہیں کرتے، اس لیے اس کا ذکر کرنا نہ کرنا ابواسحاق کے اختلاط کا نتیجہ قطعاً نہیں، بلکہ یہ عبداللہ بن رجاء کا وہم ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"صدوق یھم قلیلًا." (تقریب، ص: ۱۷۳)

اس لیے امام عبدالرزاق اور فریابی وغیرہ کے مقابلے میں عبداللہ بن رجاء کی روایت مرجوح ہے اور یہ ابن رجاء کا وہم ہے، بلکہ محمد بن یوسف فریابی کے الفاظ ہیں:

((إن هاتين الصلاتين تحولان عن وقتهما في هذا المكان؛ المغرب وصلاة الفجر.))

(طحاوي)

احمد بن خالد کے بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔ کسی روایت میں راوی کا ایک دو لفظوں میں غلطی کر جانا ناممکن نہیں، اس قسم کے بعض الفاظ اور مقامات پر بھی صحیح بخاری اور دیگر صحیح روایات میں پائے جاتے ہیں، ان کی بنا پر روایت کی تغلیط یا اضطراب کے دعوے میں قطعاً معقولیت نہیں۔

❁......اضطراب کا دوسرا سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اسرائیل اس قول، یعنی ((إن هاتين الصلاتين......إلخ)) کو مرفوع ذکر کرتے ہیں، مگر ابو اسحاق سے زُہیر اسے موقوف بیان کرتے ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"وجعل زهير لفظ التحويل من قول عبدالله." (السنن الكبرىٰ: ۵/۱۲۱)

عرض ہے کہ زُہیر اور اسرائیل کی روایت میں اختلاف کی صورت میں اسرائیل کی روایت راجح ہے کیوں کہ اسرائیل کو جو ابواسحاق سے اختصاص ہے، اسے ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"زهير أحب الينا من إسرائيل في كل شيئ إلا في أبي إسحاق." (تهذيب: ۳/۳۵۲)

اس لیے جب اسرائیل کی روایت راجح ہے تو اس کا مرفوع ہونا صحیح ہے۔ زُہیر نے اگر اسے موقوف بیان کیا ہے تو یہ ایسا اضطراب نہیں جو موجبِ ضعف ہو، بلکہ ممکن ہے کہ ابواسحاق یا عبدالرحمان بن یزید نے اسے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح بیان کیا ہو۔ دونوں میں کوئی ایسی معنوی مخالفت نہیں جس پر کوئی حکم مرتب ہوتا ہو۔ علامہ زکریا انصاری نے اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"ولا تنافي بينهما، فمرة رفع و مرة وقف."

(تحفة الباري: ۲/۴۰۸)

غالباً اسی بنا پر عموماً شارحین نے اسے قابلِ اعتنا نہیں سمجھا۔

زہیر کی اس روایت کے بارے میں اگرچہ امام بیہقی نے فرمایا ہے

کہ زہیر اس میں منفرد ہیں، لیکن یہ درست نہیں۔ زکریا بن ابی زائدہ بھی یہ روایت اسی طرح موقوفاً بیان کرتے ہیں، جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ (۲۶۹/۴) میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کہ نسبت مسند احمد کی طرف کی ہے۔ (فتح الباری: ۵۲۲/۳) مگر مسند میں یہ سند نہیں ملی۔ زکریا کی متابعت سے معلوم ہوتا ہے کہ زہیر کی روایت بھی صحیح ہے اور اسرائیل کی بھی۔ اسی بنا پر امام بخاری نے دونوں کو ذکر کیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اسی زکریا کی روایت کے متعلق دو باتیں فرمائی ہیں:

① ایک یہ کہ

''مزدلفہ میں مغرب وعشاء کے مابین کھانا درست ہے، بہ شرط کہ یہ روایت ثابت ہو کیوں کہ مجھے ابو اسحاق کا اس روایت میں عبدالرحمان بن یزید سے سماع کا علم نہیں۔''

مگر ان کی یہ بات درست نہیں، صحیح بخاری میں سماع کی صراحت موجود ہے۔

② دوسری بات یہ کہ

'لم یرفع ابن مسعود قصة عشائه بینهما، وإنما هذا من فعله لا عن النبي ﷺ.''

حالانکہ کھانا کھانے کا ذکر ہی موقوف نہیں، بلکہ اس میں "هاتین الصلاتین یؤخران عن وقتهما" بھی موقوفاً ہی ہے۔ نماز کے حوالے سے وہ اسے اپنے تأمل اور نتیجے کے اعتبار سے مرفوع ہی تصور کرتے ہیں، اس لیے اس کے رفع ووقف پر اعتراض کوئی وزن نہیں رکھتا۔

❁...... چوتھا اعتراض یہ ہے کہ زُہیر کی روایت میں مغرب وعشاء کے مابین دو رکعت نفل پڑھنے کا ذکر ہے، مگر اسرائیل، جریر بن حازم، ابن ابی ذئب رحمہم اللہ ابو اسحاق سے ان دو رکعتوں کا ذکر نہیں کرتے۔

مگر یہ اعتراض بھی درست نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے زُہیر کی روایت سے پہلے "باب من جمع بینهما و لم یتطوع" میں اشارہ کر دیا ہے کہ مغرب وعشاء کے درمیان نفل نہیں ہیں۔

**اولاً:** جماعت کی روایت کے مقابلے میں زہیر کی روایت میں نفل پڑھنے کا ذکر مرجوح ہے، بالخصوص جب کہ اسرائیل کی ایک روایت میں "و لم یصل بینهما" کی صراحت بھی موجود ہے۔ (طحاوی: ۲۱۱/۲)

صحیح ابن خزیمہ (۲۶۹/۴) میں زکریا بن ابی زائدہ بھی ابو اسحاق سے دو رکعتوں کا ذکر نہیں کرتے۔

**ثانیاً:** یہ موقوف ہے، مرفوع قطعاً نہیں، جب کہ مرفوع روایات میں نفل پڑھنے کی نفی ہے، اس لیے وہی راجح ہیں۔

**ثالثاً:** امام بخاری رحمہ اللہ روایت میں راوی کے بیان کے مطابق ایسا جملہ بھی ذکر کر دیتے ہیں جو راوی کا وہم ہوتا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کا وہ مقصود بھی نہیں ہوتا، مثلاً: کتاب الجنائز میں ایک روایت (حدیث: ۱۲۸۰) کے الفاظ ہیں:

"لما جاء نعي أبي سفیان من الشام دعت أم حبيبة رضي الله عنها بصفرة في اليوم الثالث...... إلخ."

حالانکہ بالاتفاق حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۴۷/۳) میں کہا ہے۔ اسی طرح "باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ" (حدیث: ۳۶۹۶) میں ولید بن عقبہ کو حد لگانے میں اسّی (۸۰) کوڑوں کا ذکر ہے، جب کہ "باب هجرة الحبشة" (حدیث: ۳۸۷۲) میں یہی روایت مروی ہے اور اس میں چالیس کوڑوں کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اسی کوڑوں کے ذکر میں شعیب بن سعید کا وہم ہے۔ (فتح الباری: ۵۷/۷) اس قسم کے راوی سے وہم کے تناظر ہی میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

"لا یلزم من وهم الراوي في لفظة من الحدیث أن یطرح حدیثه کله." (فتح الباري: ۲۸۶/۹، تحت رقم: ۵۱۹۱)

اس لیے دونوں نمازوں کے مابین دو رکعتوں کا ذکر زُہیر کا وہم

معلوم ہوتا ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ کا اس کے خلاف باب ذکر کرنا غالبًا اسی بات کا مُشعِر ہے۔امام ابن منذر نے تو اجماع نقل کیا ہے کہ دونوں نمازوں کے مابین نفل نہیں ہیں۔(فتح الباری:۳/۵۲۳)

علامہ البانی رحمہ اللہ نے جو اعتراضات کیے ان کی پوزیشن واضح کرنے کے بعد اب اس پہلو سے بھی غور کی ضرورت ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے، زُہیر کی روایت ہو یا اسرائیل کی، دونوں سے جو استدلال کیا ہے اس میں دونوں منفرد نہیں ہیں، چنانچہ پہلے "باب من أذن و أقام لكل واحد منهما" کے تحت زُہیر کی روایت ذکر کی جس میں دونوں نمازوں کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت کا ذکر ہے۔یہی موقف امام مالک اور امام بخاری رحمہ اللہ کا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور زکریا بن ابی زائدہ بھی انھی الفاظ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ "باب متى يصلي الفجر بجمع" میں پہلے عمارہ بن عبد الرحمان سے مختصر روایت لائے ہیں، اس کے بعد إسرائيل عن أبي إسحاق عن عبد الرحمان کی مفصل روایت لائے ہیں کہ طلوعِ فجر کے فوراً بعد صبح کی نماز ادا کی۔ یہی لفظ زُہیر کی روایت میں بھی ہیں۔ اس لیے زہیر اور اسرائیل کی روایت میں تفرد نہیں، لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کے مقصود کے مطابق یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ کا اس میں ان الفاظ پر اعتراض ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلوب ومقصود ہی نہیں ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"فإنه أبعد الكتابين عن الانتقاد و لا يكاد يروي لفظا فيه انتقاد إلا و يروي اللفظ الآخر يبين أنه منتقد، فما في كتابه لفظ منتقد إلا و في كتابه ما يبين أنه منتقد."

(منهاج السنة: ٤/٥٩)

غور فرمائیے کہ بخاری میں عبدالله بن رجاء عن إسرائيل کی روایت میں تحویلِ اوقات میں عشاء کا ذکر ہونا، مگر زہیر کی روایت میں اور اسرائیل کے دیگر تلامذہ کی روایات میں عشاء کا ذکر نہ ہونا اسی بات کا مُشعِر ہے کہ عشاء کا ذکر عبداللہ بن رجاء کا وہم ہے۔ اسی طرح دونوں نمازوں کے مابین صرف زُہیر کی روایت میں دو رکعتوں کا ذکر بھی ان کے وہم کا نتیجہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے خلاف باب باندھ کر اس کی مشروعیت کی نفی کی ہے۔ اس حصے سے دو رکعتوں کا استدلال اسی طرح بے بنیاد ہے جیسے شربِ خمر کی حد میں اسّی (۸۰) کوڑوں کا استدلال ولید بن عقبہ کو دی گئی سزا کی روایت سے ہے کہ اس کا ذکر بخاری میں ہے۔

رہا تحویلِ صلاۃ کے اوقات کی تبدیلی تو یہ مرفوعاً بھی ہے اور موقوفاً بھی، یہاں بھی راجح مرفوع ہے، بلکہ موقوف بھی حکماً مرفوع ہے۔ غالبًا یہی وہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر متقدمین ائمہ حدیث میں سے کسی نے بھی اسے ضعیف قرار دینے کی جسارت نہیں کی۔ (جاری ہے)

**بقیہ: إنعام المنعم الباري بشرح ثلاثيات البخاري**

۸۔ نبی کریم ﷺ مسجد میں بھی سترے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح سلف صالحین بھی اس کا بالخصوص التزام کرتے تھے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے خادمِ رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بڑے بڑے اصحابِ رسول کو دیکھا ہے کہ وہ مغرب کی نماز کے وقت ستونوں کے سامنے جلدی چلے جاتے تھے۔ (صحیح بخاری، حدیث:۵۰۳)

۹۔ نماز کے لیے مسجد اور کھلے میدان وغیرہ ہر دو جگہ میں سترہ رکھنا چاہیے۔

۱۰۔ مسجد کے ستونوں، دیواروں اور ان جیسی کسی بھی آڑ والی چیز کو سترہ بنایا جا سکتا ہے۔

**دعائے صحت**

راقم کے ہم زلف محمد صدیق صاحب کا پوتا اور قاسم ضیاء کا بیٹا گھر کی چھت سے ہمسایوں کے صحن میں گر کر شدید زخمی ہو گیا ہے۔ چلڈرن ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ اس کی عمر اڑھائی سال ہے۔ احباب سے اس کی صحت کاملہ کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

(محمد سلیم چنیوٹی)

تحقیق وتنقید

قسط نمبر ⑧

صحیح بخاری کی بعض احادیث پر

# علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

**ساتویں حدیث:**

علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی جن احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، ان میں سے ایک کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل حدیث ہے:

((إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله لا يلقي لها بالا يرفعه الله بها درجات، وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقي لها بالا يهوي بها في جهنم.)) (صحيح بخاري، رقم: ٦٤٧٨)

علامہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت مسند احمد (۲/۳۳۴)، زوائد الزهد للمروزي (حدیث:۱۳۹۳) اور شعب الإيمان للبيهقي (۴/۲۴۶) میں بھی ہے۔ اور فرمایا ہے:

"هذا إسناد ضعيف، وله علتان." (الضعيفة: ٤٦٣/٣، رقم: ١٢٩٢)

کیوں کہ اس کا راوی عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار ہے اور وہ "صدوق يخطئ" ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ امام مالک اسے موطأ میں عبداللہ بن دینار سے موقوفاً بیان کرتے ہیں۔

یہ ہے خلاصہ جس کی وجہ سے انھوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

جہاں تک عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار پر کلام کا معاملہ ہے تو اس حوالے سے خود علامہ البانی رحمہ اللہ نے جو تفصیل ذکر کی ہے وہ یوں ہے:

① قال يحيى بن معين: حدث يحيى القطان عنه، وفي حديثه عندي ضعف.

② قال عمرو بن علي: لم أسمع عبد الرحمان (يعني ابن المهدي) يحدث عنه بشيئ قط.

③ قال أبو حاتم: فيه لين، يكتب حديثه ولا يحتج به.

④ قال ابن حبان: كان ممن ينفرد عن أبيه لا يتابع عليه مع فحش الخطأ في روايته، لا يجوز الاحتجاج بخبره إذا انفرد، وكان يحي القطان يحدث عنه، وكان محمد بن إسماعيل البخاري ممن يحتج به في كتابه ويترك حماد بن سلمة.

⑤ قال ابن عدي: بعض ما يرويه منكر لا يتابع عليه، وهو في جملة من يكتب حديثه من الضعفاء.

⑥ قال الدارقطني: خالف فيه البخاري الناس، وليس بمتروك.

⑦ أورده الذهبي في الضعفاء وقال: وثق، وقال ابن معين: في حديثه ضعف.

یہ ہے وہ جرح جو علامہ البانی رحمہ اللہ نے عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار کے بارے میں نقل کی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ امام بغوی رحمہ اللہ کا قول "صالح الحديث" شاذ ہے اور اکثر و اعلم کی جرح اس کے مخالف ہے۔

عرض ہے کہ امام بغوی ہی نہیں، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''صالح الحدیث'' کہا ہے (كما سيأتي) اس لیے یہ شاذ کیسے؟ رہی اکثر و اعلم کی بات تو آئندہ تفصیل سے معلوم ہو جائے گا کہ اکثر و اعلم حضرات کا موقف اس کے برعکس ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ قول غالباً اسی لیے مقدمہ فتح الباری میں ذکر نہیں کیا، بلکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ وغیرہ جارحین کا قول ذکر کیا ہے۔ اور اس جرح کے اِزالے کے لیے بس یہ کہا ہے:

"ويكفيه رواية يحي القطان عنه ." (الضعيفة: ٣/٤٦٤)

حالانکہ حافظ ابن حجر راوی کی توثیق میں تمام اقوال کا استیعاب نہیں کرتے، مقدمہ فتح الباری میں کیا انھوں نے علی بن مدینی رحمہ اللہ کا قول ''صدوق'' ذکر نہیں کیا اور کیا انھوں نے یہ نہیں فرمایا:

"احتج به البخاري و أبو داود و النسائي والترمذي ."

کیا یہ بھی جواب ہے یا نہیں؟ بلکہ فتح الباری (۱/۲۷۸) میں فرمایا ہے: "تکلم فيه بعضهم لكنه صدوق ." غور فرمائیے کلام کرنے والے ''بعض'' ہیں، ''اکثر'' نہیں، جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اسی حوالے سے ان کا مزید قول آئندہ ہم ذکر کریں گے، ان شاءاللہ۔

اب آیئے اس کے بارے میں توثیق کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمایئے:

① امام بخاری رحمہ اللہ کا اس سے استدلال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے۔

② امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صدوق''، جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

③ امام بخاری رحمہ اللہ کے دوسرے استاد امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا بأس به، مقارب الحديث ." (سؤالات أبي داود لأحمد، ص: ٢١٦)

④ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے اس سے روایت لی ہے، جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اسی بنا پر فرمایا ہے:

"وقد حدث عنه يحي القطان فحسبه أن يحدث عنه يحي ." (التاريخ لابن معين للدوري: ٢/٣٥٠، المدخل: ٤/٢١٦، تهذيب: ٦/٢٠٦)

امام یحییٰ کے اس قول کے بعد ان کی جرح عموم پر نہیں، بلکہ خاص روایت کے پسِ منظر ہی میں ہوسکتی ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ (فتح الباری: ۱۲/۴۳۱)

⑤ بلکہ امام ابوداود رحمہ اللہ سے جب عبدالرحمان کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

"حدث عنه يحي القطان ." (سؤالات الآجري لأبي داود: ١/٢٦٦)

یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابوداود کے نزدیک بھی وہ ثقہ وصدوق ہے۔

⑥ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس کی احادیث کو ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو حدیث: ۱۴۸۰، ۱۶۶۴، ۲۳۶۴)

⑦ امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس کی احادیث کو صحیح کہا ہے۔ (مستدرک، حدیث: ۸۳۴، ۲۳۶۵، ۲۷۸۱ وغیرہ)

⑧ امام ابن جارود رحمہ اللہ نے بھی اس کے واسطے سے ایک اور روایت المنتقیٰ (حدیث: ۸۷۶) میں بیان کی ہے اور امام یحییٰ بن معین کا یہ قول بھی ذکر کیا ہے:

"قد حدث يحي القطان عن عبد الرحمان بن عبد الله بن دينار ."

جو اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ اسے ثقہ وصدوق قرار دیتے ہیں اور عبدالرحمان پر اعتراض کا دفاع کر رہے ہیں۔

⑨ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا ہے: "صالح الحديث ."

⑩ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے گو اسے "الضعفاء" میں ذکر کیا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اسے "من تكلم فيه وهو موثق" میں بھی ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک عبدالرحمان حسن الحدیث ہے، جیسا کہ اس کے مقدمے میں انھوں نے تصریح

کی ہے، بلکہ دیوان الضعفاء (ص: ۱۸۹) میں انھوں نے فرمایا ہے: "ثقة، قال ابن معين: في حديثه ضعف." جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے ہاں وہ ثقہ وصدوق ہے۔ اسی طرح میزان الاعتدال (۵۷۲/۲) میں بھی "صالح الحدیث" کہا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ اگر "المغني في الضعفاء" اور "الکاشف" کے علاوہ دیگر محولہ کتابوں کی بھی مراجعت کرتے تو وہ یقیناً علامہ ذہبی رحمہ اللہ کو عبدالرحمان کے مُضعِّفِین میں شمار نہ کرتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے روایت لی ہے اور اس بارے میں انھوں نے اپنے اساتذہ امام علی بن مدینی اور امام احمد رحمہ اللہ پر اعتماد کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے اس سے استدلال نہیں کیا، بلکہ امام ابوداود، نسائی اور ترمذی نے بھی اس سے استدلال کیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص: ۴۱۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ انھی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"عمدة البخاري فيه كلام شيخه علي، وأما قول ابن معين فلم يفسره، ولعله عنى حديثا معينا، ومع ذلك فما أخرج له البخاري شيئا إلا وله فيه متابع أو شاهد." (فتح الباري: ۱۲/ ٤٣٠)

اس لیے عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار "صدوق" ہیں، البتہ حافظے میں کمزوری تھی، اسی لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں انھیں "صدوق يخطئ" کہا۔ ایسے راوی کی حدیث حسن درجے کی ہوتی ہے، بلکہ خود علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"هو حسن الحديث إن شاء الله."

(الصحيحة: ٢/ ٧٣٦، رقم: ٩٩٩، نیز: ٣/ ١٥، تحت رقم: ١٠١٨)

تقریباً یہی بات انھوں نے "الصحيحة" (۱۵/۳، حدیث: ۱۰۱۸) میں فرمائی ہے، مگر کس قدر ستم ظریفی ہے کہ زیرِ بحث روایت میں وہ ضعیف قرار پاتا ہے!

البتہ جہاں وہ ثقات کی مخالفت کریں تو ان کی روایت مرجوح ہے اور یہاں زیرِ بحث روایت میں اس نے امام مالک رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے کیوں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اسے موقوف بیان کیا ہے۔ (موطأ، رقم: ۱۹۹۲) جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا۔ (نیز دیکھیے السنن الکبریٰ، رقم: ١١٧٧٤، زوائد الزهد برواية المروزي، رقم: ١٣٩٢)

مگر السنن الکبریٰ میں امام مالک رحمہ اللہ کا واسطہ ساقط ہے، تحفۃ الاشراف (۴۳۱/۹) میں بھی السنن الکبریٰ کے حوالے میں امام مالک کا واسطہ نہیں ہے، بلکہ عبداللہ بن مبارک کا عبداللہ بن دینار سے سماع ہی ثابت نہیں۔ مزید برآں علامہ ابن عبدالبر نے عبداللہ بن مبارك عن مالك کی سند ہی سے یہ روایت مرفوعاً بیان کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے، امام مالک سے قابلِ وثوق سند سے مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے۔ البتہ عبدالرحمان اسے مرفوع بیان کرتے ہیں۔ (التمہید: ۱۴۳/۱۷، ۱۴۴)

ظاہر ہے کہ امام مالک کے مقابلے میں عبدالرحمان کی نہیں، بلکہ امام مالک کی روایت ہی راجح قرار دی جائے گی۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی العلل (۲۱۴/۸، رقم: ۱۵۲۵) میں امام مالک کی روایت کو محفوظ قرار دیا ہے، مگر امام بخاری رحمہ اللہ کا ایسے راویوں کی احادیث کے بارے میں انتقا و انتخاب ایک مسلّمہ حقیقت ہے، جیسا کہ پہلے ہم باحوالہ ذکر کر آئے ہیں۔

علامہ حازمی کا کلام فلیح بن سلیمان کی روایت کے زیرِ بحث گزرا ہے جس میں انھوں نے فلیح کے ساتھ عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار کا نام بھی لیا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید علامہ ابو اسحاق الحوینی اسی عبدالرحمان کی روایت پر بحث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"والجواب عن البخاري في هذا أننا قدمنا في هذا الكتاب أن البخاري إذا خرج في صحيحه لراو متكلم فيه، فإنه ينتقي من حديثه ما هو محفوظ عنه." (نثل النبال: ٢/ ٦٨٠)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام میں بھی آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس کی وہی روایات لائے ہیں جن میں متابعت ثابت ہے یا اس کا کوئی شاہد ثابت ہے۔ اسی روایت کے بارے میں انھوں نے فرمایا ہے کہ عبدالرحمان کی اس روایت کا شاہد حضرت بلال بن حارث کی روایت ہے، جسے امام مالک (موطأ، رقم:۱۹۹۱)، اصحاب السنن، ابن حبان اور حاکم وغیرہم نے روایت کیا ہے، بلکہ اس روایت کے دوسرے حصے کا شاہد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری (حدیث: ۶۴۷۷) وغیرہ ہی میں مروی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی روایت کو پہلے ذکر کیا ہے، پھر عبدالرحمان کی روایت ذکر کر کے اشارہ کیا ہے کہ عبدالرحمان کی روایت میں خطا نہیں ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بجائے خود قابلِ غور ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سے گو یہ روایت موقوفاً مروی ہے، مگر یہ حکماً مرفوع ہے، اس لیے متن کے اعتبار سے محفوظ ہے۔ اسے ضعیف کہنا قرینِ انصاف نہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ بعض ائمہ کرام تورعاً اور کبھی طبیعت کے انقباض کی صورت میں روایت کو موقوف یا مرسل بیان کر دیتے تھے، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ سے "شرح العلل لابن رجب" (۶۸۹/۲) میں منقول ہے اور یوں امام مالک اور امام ابن سیرین بھی کرتے تھے، جیسا کہ امام دارقطنی نے العلل (۶/۶۳، ۱۰/۱۴، ۲۵) میں ذکر کیا ہے۔ اسی حقیقت کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مقدمہ فتح الباری (ص:۳۵۹، رقم:۲۶) میں اور حافظ ابو مسعود دمشقی نے "الأجوبة" (ص: ۲۲۷) میں بھی کیا ہے۔ موطأ میں کئی روایات ایسی ہیں جنھیں امام مالک مرسل یا موقوف بیان کرتے ہیں، جب کہ دوسرے ثقہ راوی اسے متصل اور مرفوع ذکر کرتے ہیں۔ التمہید کا مطالعہ کرنے والے طالبِ علم سے یہ حقیقت مخفی نہیں، لہٰذا اگر زیرِ بحث روایت کو امام مالک نے موقوفاً روایت کیا ہے تو بس اسی بنا پر مرفوع کو معلول قرار دینا محلِ نظر ہے، بالخصوص جب کہ موقوف بھی حکماً مرفوع ہے۔ موطأ کی ایسی ہی بعض موقوف روایات کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی رائے التمہید (۲۰۲/۱۳، ۱۹۷، ۱۹۸) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

یاد رہے کہ زیرِ بحث روایت امام بخاری رحمہ اللہ متابعتاً لائے ہیں، اس سے پہلے اسی مفہوم کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے۔

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عبدالرحمان کی روایت میں قلّتِ ضبط پر یہ دلیل بھی ہے کہ اس کی حدیث میں یہ اضافہ ہے:

((وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقي لها بالا يهوى بها في جهنم .))

جب کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ایک اور سند سے ہے جس میں فرمایا:

((ما يتبين فيها يزل بها في النار أبعد مما بين المشرق والمغرب .))

اور ترمذی میں ہے:

((لا يرى بها بأسا يهوي بها سبعين خريفاً .)) (الضعيفة: ٣/ ٤٦٥)

مگر امرِ واقع یہ ہے کہ روایت بالمعنی میں یہ اختلاف باعثِ نقد نہیں، ورنہ بخاری و مسلم اور ترمذی کے الفاظ میں بھی تو کوئی موافقت نہیں ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت الصحیحۃ (رقم:۸۸۸) میں ذکر کی ہے جس کے الفاظ ہیں:

((إن الرجل ليتكلم بالكلمة من رضوان الله ما كان يظن أن تبلغ ما بلغت، يكتب الله له بها رضوانه إلى يوم يلقاه. وإن الرجل ليتكلم بالكلمة من سخط الله ما كان يظن أن تبلغ ما بلغت، يكتب الله له بها سخطه إلى يوم يلقاه .))

اسی روایت پر بحث کے اختتام میں علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وللحديث شاهد من حديث أبي هريرة

(باقی صفحہ ۲۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

رشتہ دار کو قتل کرے اور سب سے پہلے میں اپنے رشتہ دار قیدیوں کو قتل کروں گا۔ (تفسیر فہم القرآن)

**صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی محبت وشفقت:**

"و عن النعمان بن بشير رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((ترى المؤمنين في تراحمهم و توادهم و تعاطفهم كمثل الجسد، إذا اشتكى عضوا تداعى له سائر الجسد بالسهر و الحمى.))" (صحيح بخاري، رقم: ٦٠١١)

''نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم مسلمانوں کو باہم رحم دلی، محبت اور شفقت کرنے کے حوالے سے ایک جسم کے مانند پاؤ گے، جب جسم کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے سارا جسم تکلیف اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

"عن أبي موسى رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: ((إن المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وشبك أصابعه.))" (صحيح بخاري، رقم: ٤٨١)

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے دیوار کی طرح ہے، یہ ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں، پھر آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔''

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے اس بات کی نشان دہی ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں محبت ومودّت بڑی مضبوط اور مربوط تھی۔

❁.... ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ [الاحزاب: ٤٠]

''(لوگو!) محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔''

مولانا عبدالرحمان کیلانی رحمہ اللہ مندرجہ بالا آیہ مبارکہ پر لکھتے ہیں:

''اس جملے میں دشمنانِ اسلام کے اس طعن کی تردید ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی، یعنی اپنی بہو سے نکاح کر لیا، اس کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے باپ ہیں ہی نہیں اور ایک زید ہی کیا کسی مرد کے باپ نہیں اور ان کی کوئی اولاد ایسی نہیں جو جوان ہو (اور اس کی شادی ہوئی ہو)۔ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو بیٹے قاسم اور طیب (جنھیں طاہر بھی کہا جاتا ہے) فوت ہو چکے تھے اور ابراہیم ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ (یہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے، جب کہ زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن بیٹیاں تھیں، جب کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہوا وہ بھی بچپن میں فوت ہو گیا)۔ ان کے علاوہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے نواسے تھے جنھیں آپ نے اپنا بیٹا بھی فرمایا، مگر ایک تو وہ حقیقی بیٹے نہ تھے دوسرے وہ بھی کمسن تھے جنھیں مرد نہیں کہا جا سکتا۔'' (تیسیر القرآن) (جاری ہے)

**بقیہ: علامہ محمد البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات**

مرفوعاً نحوه مختصرا، وقد مضى برقم: ٥٣٧ [بل ٥٤٠]."

اب اسی شاہد کے مکمل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

((إن العبد ليتكلم بالكلمة ما يتبين فيها يزل بها في النار أبعد ما بين المشرق والمغرب.))

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کا شاہد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے تو یہ عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار کی روایت کا شاہد کیوں نہیں؟ دونوں میں کیا جوہری فرق ہے؟ عبدالرحمان کی روایت کا پہلا جملہ بھی معنوی طور پر وہی ہے جو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے تو یہ اضافہ ضعیف کیسے ہوا؟ اس لیے صحیح بخاری کی اس روایت کے متن پر اعتراض قطعاً درست نہیں۔ (جاری ہے)

تحقیق وتنقید

قسط نمبر ⑨ آخری

صحیح بخاری کی بعض احادیث پر

# علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تنقیدات کا علمی جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

## آٹھویں حدیث:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی جن احادیث کوضعیف کہا ہے ان میں ایک یہ حدیث بھی ہے جس کے الفاظ ہیں:

((لا عقوبة فوق عشر ضربات في حد من حدود الله .))

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے کتاب الحدود (باب كم التعذير والأدب، رقم:۶۸۵۹) میں عمرو بن علي حدثنا فضيل بن سليمان حدثنا مسلم بن أبي مريم حدثني عبدالرحمان بن جابر عمن سمع النبيﷺ" کی سند سے روایت کیا ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں "العقوبة" کا لفظ منکر ہے۔ اس سند سے یہ لفظ ذکر کرنے میں امام بخاری رحمہ اللہ منفرد ہیں اور فضیل بن سلیمان کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے: "صدوق له خطأ كثير" (تقریب) امام بخاری نے اس سے متابعتاً روایت لی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری) یہ روایت بھی اسی طرح متابعتاً ہے، چنانچہ پہلے امام بخاری رحمہ اللہ نے سلیمان بن یسار عن عبد الرحمان بن جابر عن أبي بردة سے ((لا يجلد فوق عشر جلدات)) کے الفاظ سے روایت ذکر کی ہے، باقی کتبِ ستہ میں بھی یہ انھی الفاظ سے ہے اور انھی الفاظ سے یہ محفوظ ہے۔ (الضعيفة: ۱۴/ ۱۰۵۵، ق:۳، رقم: ۶۹۵۹)

عرض ہے کہ بلاشبہ اصحابِ ستہ میں سے یہ روایت صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کی ہے، لیکن یہ ضعیف یا منکر نہیں۔ یہ اور اس حدیث کے تحت جو کچھ کہا گیا ہے، وہ "الضعيفة" کے اس حصے میں ہے جس کی علامہ البانی رحمہ اللہ نے مراجعت نہیں کی کیوں کہ جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ محلِ نظر ہے اور ان کے مقام ومرتبے سے فروتر ہے۔

**أولاً**: علامہ البانی رحمہ اللہ کا فرمانا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے متابعتاً روایت لی ہے: "إنما روى له البخاري متابعة كما حققه الحافظ ." زیرِ بحث روایت میں گو یہ متابعتاً ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے یہ نہیں فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے متابعتاً روایت لی ہے، انھوں نے تو کہا ہے:

"ليس له في البخاري سوى أحاديث توبع عليها ."

''بخاری میں وہی روایات ہیں جن میں اس کی متابعت کی گئی ہے۔''

پھر انھوں نے اس سے آگے چند مثالیں دیں، مثلاً: حدیث الخمس جو اس نے موسی بن عقبہ عن نافع عن ابن عمر سے یہود کے جلاوطن کرنے کی روایت بیان کی:

"تابعه عليه ابن جريج ."

''اس کی متابعت ابن جریج نے کی ہے۔''

یوں نہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے متابعتاً روایت لی ہے، اصالتاً بہ طور استدلال روایت نہیں لی، امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے:

"احتجا به جميعا ." (المدخل: ۱۴/ ۱۵۵)

''اس سے امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے استدلال کیا ہے۔''

شیخین کے استدلال کا اعتراف خود علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی کیا

ہے۔(ملاحظہ ہو ظلال الجنة، رقم: ۷۷۰)

**ثانیاً:** فضیل بن سلیمان کو تقریب میں اگر حافظ ابن حجر نے "صدوق له خطأ كثير" کہا تو انھوں نے فتح الباری (۳۷۶/۱۰، ۲۳۱/۱۱) میں "صدوق في حفظه شيئ" بھی کہا ہے۔ خطأ كثیر کا انتساب نہیں کیا، بلکہ انھوں نے فضیل کے واسطے سے مروی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ((قال الله تبارك و تعالى: يا ابن آدم! إذا ذكرتني خاليا...... إلخ)) کے بارے میں فرمایا ہے:

"قال: لا نعلمه يروى عن ابن عباس إلا من هذا الوجه، صحيح." (مختصر زوائد البزار: ۳۹۳/۲، رقم: ۲۰۸۲)

یعنی امام بزار رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صرف اسی سند سے یہ روایت منقول ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔

غور فرمایا آپ نے کہ فضیل کے تفرد کے باوصف انھوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی یہی روایت نقل کر کے اس کا اعتراف کیا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور ان کے استاد علامہ ہیثمی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"صححه الحافظ و شيخه الهيثمي في زوائد البزار، وقال في مجمع الزوائد (۷۸/۱۰): رواه البزار ورجاله رجال الصحيح غير بشر بن معاذ العقدي وهو ثقة." (الصحيحة: ۲۳/۵، رقم: ۲۰۱۱)

بلکہ انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الحاوي للفتاوي میں اور علامہ منذری رحمہ اللہ نے بھی الترغیب میں اسے صحیح کہا ہے، بلکہ علامہ البانی رحمہ اللہ بھی فضیل کے ضعف میں متردد ہیں۔ ایک جگہ انھوں نے فضیل بن سلیمان کی روایت کے بارے میں فرمایا ہے:

"فهو إسناد حسن لغيره، ويحتمل التحسين لذاته فيكون صحيحا لغيره." (الصحيحة: ۳۵۸/۵، رقم: ۲۲۸۶)

گویا علامہ مرحوم نے فضیل کی روایت کو حسن لذاتہ کا محتمل قرار دیا ہے۔ عرض ہے کہ فضیل کی روایت حسن لذاتہ کی محتمل ہی نہیں، بلکہ صحیح ہوتی ہے، الا یہ کہ ثقات کی وہ مخالفت کریں۔ ہم ذکر کر آئے ہیں:

① امام بخاری رحمہ اللہ اور

② امام مسلم رحمہ اللہ نے فضیل سے استدلالاً روایت لی ہے، بلکہ انھوں نے فضیل کی توثیق بھی کی ہے: "وثقه مسلم." (ديوان الضعفاء، ص: ۲۴۹)

③ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے الصحیح (۲۲۰/۴، حدیث: ۲۷۳۵) میں اور

④ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الصحیح (الإحسان، رقم: ۲۲۳۶، ۳۲۵۴، ۳۳۵۲) میں روایت لی ہے اور الثقات (۳۱۶/۷) میں اسے ذکر کیا ہے۔

⑤ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی احادیث کو "حسن صحیح" کہا ہے۔ (ترمذی مع تحفہ: ۳۷۶/۴۔ ۲۷۵/۲)

⑥ امام حاکم رحمہ اللہ نے متعدد مقامات پر اس کی روایت کو "على شرط الشيخين" صحیح قرار دیا ہے۔ (۲۳/۱، ۲۵، ۳۰، ۵۱۶ وغیرہ)

⑦ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے "صدوق" کہا ہے۔ (میزان: ۳۶۱/۳) ان کے الفاظ ہیں: "حديثه في الكتب الستة وهو صدوق." اور من تكلم فيه و هو موثق میں بھی اسے ذکر کیا ہے۔

⑧ علامہ منذری رحمہ اللہ۔

⑨ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ۔

⑩ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی حدیث کو صحیح کہتے ہیں، جیسا کہ ہم پہلے عرض کر آئے ہیں۔

اس کے برعکس سب سے بڑی جرح امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی ہے، جنھوں نے فضیل کو "ليس بثقه، ليس بشيئ" کہا ہے۔ مگر کسے معلوم نہیں کہ امام ابن معین رحمہ اللہ جرح میں متشدد ہیں۔ امام

حاکم رحمہ اللہ نے امام یحییٰ کی یہی جرح نقل کرکے فرمایا ہے:

"فإن أحاديثه تشهد له بالصدق، وكان الإمام يحي بن معين إنما كره تفرده عن موسى بن عقبة وغيره بتلك النسخ، والله أعلم." (المدخل: ٤/١٥٥)

امام صالح جزرہ رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ سے وہ مناکیر بیان کرتا ہے۔ امام ساجی رحمہ اللہ نے امام یحییٰ کا کلام "ليس بشيئ" نقل کیا ہے، مگر خود ان کا اپنا قول ہے: "صدوق وعنده مناكير" اس لیے امام یحییٰ کی جرح بھی اس کی منفرد یا موسیٰ بن عقبہ سے روایات ہی پر محمول کی جائے گی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ بخاری میں اس کی روایات کی متابعت ثابت ہے۔ اس لیے صحیح بخاری کی روایات پر اس جرح کے حوالے سے اعتراض قطعاً معقول نہیں ہیں۔

امام یحییٰ وغیرہ نے اگر کلام کیا ہے تو امام عبدالرحمان بن مہدی نے اس سے روایت لی ہے اور امام علی بن مدینی نے بھی متشدد ہونے کے باوجود فضیل سے روایت لی ہے، چنانچہ امام ابو زرعہ رحمہ اللہ سے جب فضیل کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

"لين الحديث، روى عنه علي بن المديني وكان من المتشددين." (الجرح والتعديل: ٧/٧٣)

غور فرمایئے کہ امام ابو زرعہ رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں کہ "لين الحديث" ہے، امام علی بن مدینی نے متشدد ہونے کے باوصف اس سے روایت لی ہے۔ "متشدد" سے غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ وہ راویوں کے بارے میں بڑے محتاط تھے اور ثقہ سے روایت لیتے تھے۔ گویا فضیل میں ایسا ضعف نہیں کہ اس کی روایت ضعیف ہے۔ امام ابن مدینی کا اس سے روایت لینا اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

فضیل کے بارے میں امام نسائی اور امام ابو حاتم رحمہما اللہ نے "ليس بالقوي" کہا ہے، مگر اس سے صرف اعلیٰ مرتبے کی نفی مراد ہے، مطلقاً ضعف مراد نہیں، جیسا کہ الموقظة کے حوالے سے فلیح بن سلیمان کی روایت کے تحت ہم ذکر کر آئے ہیں۔ امام ابن عدی نے "الکامل" (۵۸۲/۸) میں اسے ذکر کیا ہے اور امام ابن معین کا کلام نقل کیا ہے اور اس کی بعض منفرد روایات لائے ہیں، خود کوئی کلام نہیں کیا۔

ان جروح کے مقابلے میں شیخین کا اس سے استدلال کرنا اور دیگر ائمہ کا اس کی روایات کو "الصحيح" میں ذکر کرنا اور اس کی روایت کو صحیح قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ فضیل ایسا راوی نہیں کہ اسے ضعیف اور اس کی روایات کو ضعیف کہا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے "تقریب التهذيب" میں "خطأ كثير" کے الفاظ پر اکتفا فرمایا ہے، فتح الباری وغیرہ میں جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے، اسے ملحوظ نہیں رکھا۔ ایسے متکلم فیہ راویوں کی روایات کا انتقا و انتخاب امام بخاری کا معروف اصول ہے، اس لیے صحیح بخاری میں اس کی روایت پر اعتراض درست نہیں ہے۔

### حافظ ابن حجر رحمہ اللہ پر اعتراض:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسی بحث کے ضمن میں فرمایا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تحقیق کرنے کے بجائے اور فضیل کے ضعف سے اغماض کرتے ہوئے علی بن اسماعیل بن حماد کو امام بخاری کا متابع ہونا ذکر کیا ہے، حالانکہ امام بخاری کی متابعت ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ علاوہ ازیں علی بن اسماعیل آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (الضعيفة)

بلاشبہ امام بخاری رحمہ اللہ کو کسی متابع کی ضرورت نہیں، وہ بجائے خود حجت ہیں، مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علی بن اسماعیل کی روایت کو متابعت کے لیے پیش ہی نہیں کیا، بلکہ اس کی روایت کو اختلافِ متن وسند کے تناظر میں پیش کیا ہے، جس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ سلمان بن یسار، عبدالرحمان بن جابر سے ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مسلم بن ابی مریم، عبدالرحمان بن جابر سے صحابی ابو بردہ کے بجائے "عمن سمع النبي ﷺ" کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اسی اختلاف کے تناظر میں فرماتے ہیں:

"في رواية علي بن إسماعيل بن حماد عن

عمرو بن علي شيخ البخاري فيه بسنده إلى عبد الرحمان بن جابر قال: حدثني رجل من الأنصار ."

اس لیے متن کی متابعت کا تو یہاں کوئی مسئلہ ہی نہیں، بلکہ حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے عمرو بن علی سے "عمن سمع النبي ﷺ" بیان کیا ہے، جب کہ علی بن اسماعیل نے عمرو سے "رجل من الأنصار" کہا ہے۔ صحابی کا نام دونوں روایتوں میں مبہم ہے۔ اسی اختلاف کی مزید تفصیل بیان کر کے حافظ ابن حجر نے بالآخر فرمایا ہے:

"وحاصل الاختلاف هل هو صحابي مبهم أو مسمى؟ الراجح الثاني، ثم الراجح أنه أبو بردة بن نيار، وهل بين عبد الرحمان وأبي بردة واسطة وهو جابر أو لا؟ الراجح الثاني أيضا ." (فتح الباري: ١٢/١٧٧)

اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی متابعت کا بالکل ذکر نہیں کیا، بلکہ سند میں اختلافِ الفاظ کے طور پر علی بن اسماعیل کی روایت ذکر کی ہے کہ امام بخاری، عمرو بن علی سے "عمن سمع النبي ﷺ" کہتے اور علی بن اسماعیل "رجل من الأنصار" کہتے ہیں۔ دونوں میں نام مبہم ہے، البتہ علی بن اسماعیل کی روایت میں اس کے انصاری ہونے کا اضافہ ہے جس سے مبہم کی تعیین نہیں ہوتی۔

اسی سے علامہ البانی رحمہ اللہ کے اس اعتراض کی کمزوری بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ علی بن اسماعیل مختلط ہے۔ اگر علی بن اسماعیل کی روایت میں کوئی ایسا اضافہ ہوتا کہ جو امام بخاری کی روایت کے مخالف ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ اختلاف اس کے اختلاط کی وجہ سے مردود ہے، مگر یہاں تو کوئی مخالفت ہے ہی نہیں کہ علی بن اسماعیل پر اختلاط کا "وزر" ڈالا جائے۔ علاوہ ازیں امام نسائی رحمہ اللہ نے یہی روایت "محمد بن عبد الله بن بزيع عن فضيل بن سليمان" سے بھی نقل کی ہے۔ (السنن الکبریٰ، ۷۲۹۲، تحفۃ الاشراف: ۱۱/۱۷۷) اور اس میں بھی "رجل من الأنصار" ہے۔ (تهذيب الكمال للمزي: ٤/ ١٣٨)

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ کی متابعت میں علی بن اسماعیل پر اعتراض کی نوعیت ہی کیا رہ جاتی ہے! البتہ یہاں یہ اشارہ ضروری ہے کہ علامہ الارنؤوط سے السنن الکبریٰ میں اس کی سند اور الفاظ نقل کرنے میں جو فروگزاشت ہوئی ہے، اس کی تفصیل کا یہ محل نہیں ہے۔

بالکل یہی معاملہ "حفص بن ميسرة" کی متابعت کا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"وقد سماه حفص بن ميسرة و هو أوثق من فضيل بن سليمان فقال فيه: عن مسلم بن أبي مريم عن عبد الرحمان بن جابر عن أبيه ." (فتح الباري: ١٢/١٧٧)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہاں بھی حفص کی روایت کو سند میں اختلاف کے تناظر میں ذکر کیا ہے کہ حفص بن میسرہ یہ روایت جابر سے، جب کہ فضیل "عمن سمع النبي ﷺ" سے روایت کرتے ہیں، مگر علامہ البانی رحمہ اللہ اسے متن کی متابعت سمجھ کر اس پر "العلل لابن أبي حاتم" (رقم: ۱۳۵) کے حوالے سے نقد کرتے ہیں، حالانکہ امام ابن ابی حاتم کے اسلوب سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ انھوں نے یہاں سند کے حوالے سے بحث کی ہے، چنانچہ پہلے انھوں نے لیث اور عمرو بن حارث کی روایات میں اختلاف ذکر کیا ہے کہ لیث اسے "بكير بن الأشج عن سليمان بن يسار عن عبدالرحمان بن جابر عن أبي بردة" بیان کرتے ہیں، جب کہ عمرو بن حارث "بكير بن الأشج عن سليمان بن يسار عن عبد الرحمان بن جابر عن أبيه عن أبي بردة" بیان کرتے ہیں۔ پھر ابن ابی حاتم مزید فرماتے ہیں کہ والدِ محترم نے فرمایا کہ حفص بن میسرہ اسے "مسلم بن أبي مريم عن ابن جابر عن جابر عن النبي ﷺ" روایت کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی: ان میں اصح

کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

"حديث عمرو بن الحارث، لأن نفسين قد اتفقا على أبي بردة بن نيار، قصر أحدهما ذكر جابر وحفظ الآخر جابرا." (العلل، رقم: ١٣٥٦)

یہاں امام ابو حاتم نے لیث اور عمرو بن حارث کے مابین سند میں جو اختلاف تھا، اس کا فیصلہ فرمایا ہے کہ عمرو بن حارث کی سند أصح ہے کہ انھوں نے ''جابر'' کا اضافہ کیا ہے اور اسے یاد رکھا ہے۔ حفص بن میسرہ کی سند کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی اور نہ یہاں حفص بن میسرہ کے الفاظ پر کوئی اشارہ ہے، بات محض اختلافِ سند کے حوالے سے ہے۔

اس کے بعد سوال نمبر (۱۲۵۸) میں امام ابن ابی حاتم نے حفص کی سند کے حوالے سے سوال کیا تو امام ابو حاتم نے فرمایا:

"هذا خطأ و الصحيح على ما رواه ابن وهب عن عمرو بن الحارث."

اس سوال و جواب کا تعلق بھی سند سے ہے کہ حفص کا اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرنا درست نہیں، بلکہ یہ "جابر عن أبي بردة" سے ہے، جیسا کہ عمرو بن حارث بیان کرتے ہیں۔ بحث کا مقصد اگر متن کے حوالے سے ہوتا تو وہ تنہا عمرو بن حارث کی روایت کو صحیح نہ کہتے کیوں کہ عمرو بن حارث اور لیث کی روایت ایک ہی الفاظ سے مروی ہے: (( لا يجلد فوق عشرة أسواط ))

علامہ البانی رحمہ اللہ نے امام ابن ابی حاتم کی بیان کردہ حفص بن میسرہ کی روایت کے حوالے سے اپنی فکر میں یہ اعتراض کیا ہے کہ حفص سے مسیّب بن واضح روایت کرتے ہیں اور امام ابن ابی حاتم نے خود امام ابو حاتم سے اس کے بارے میں نقل کیا ہے: "صدوق كان يخطئ كثيراً، فإذا قيل له لم يقبل." (الجرح والتعديل: ٤/٢٩٤، ق: ١) اور امام دارقطنی نے اس کی تضعیف کی ہے۔ (الضعيفة: ١٤/ ١٠٥٦)

مسیّب بن واضح پر بلاشبہ کلام ہے، مگر یہاں امام ابو حاتم نے اس پر اعتماد کر کے ہی اسے معرضِ اختلاف میں پیش کیا ہے، ورنہ ثقہ کے مقابلے میں ضعیف کی روایت سے معارضہ معقول نہیں۔ امام ابن ابی حاتم ہی نے فرمایا ہے کہ "روى عنه أبي و أبو زرعة" کہ مسیّب سے امام ابو حاتم اور ابو زرعہ نے روایت لی ہے۔ ابو حاتم نے اس کی روایت کو لیث اور عمرو بن حارث کی روایت کے تقابل میں اسنادی اختلاف کے تناظر میں ذکر کیا ہے، اگر اس کی یہ روایت ضعیف ہوتی تو معارضے میں پیش ہی نہ کرتے۔ امام ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ امام نسائی نے فرمایا: "الناس يؤذونا فيه" اور "وكان النسائي حسن الرأي فيه" بلکہ خود انھوں نے اس کی چند غیر محفوظ روایات ذکر کر کے فرمایا ہے:

"المسيب بن واضح له حديث كثير عن شيوخه، وعامة ما خالف فيه الناس هو ماذكرته، وأرجو أن باقي حديثه مستقيم صالح وهو ممن يكتب حديثه، وهو الذي ذكرته لا يتعمده بل كان يشبه عليه، وهو لابأس به." (الكامل: ٩/ ٦٤٤)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے "الثقات" (۹/۲۰۴) میں ذکر کیا ہے، بلکہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ایک مقام پر فرمایا ہے:

"ضعيف، لكن ضعفه من قبل حفظه، فيمكن الاستشهاد به." (الصحيحة: ٦/٥٣٥، رقم: ٢٧٣٨)

اس لیے متن کے الفاظ میں فضیل کی متابعت میں حفص بن میسرہ کی روایت پر کلام بہر نوع درست نہیں ہے۔ علامہ قاضی حسن بن احمد إِصْطَخْرِي (وفات: ۳۲۸ھ) کا شمار کبار علمائے شافعیہ میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ''ادب القضاء'' میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ چھڑی

سے سزا دیتے ہوئے دس چھڑیوں سے زیادہ بھی سزا دی جا سکتی ہے، مگر علامہ ابن ملقن نے ان پر تعاقب کرتے ہوئے صحیح بخاری کی اس روایت سے ان کی تردید کی ہے، چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

"ولكن رواية البخاري عن عبد الرحمان بن جابر عمن سمع النبيﷺ يقول: ((لا عقوبة فوق عشر ضربات إلا في حد من حدود الله)) يرده. (الإعلام بفوائد عمدة الأحكام: ٩/٢٣٤)

بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تو فرمایا ہے کہ علامہ اصطخري صحیح بخاری کی اس حدیث پر مطلع نہیں ہوئے، ان کے الفاظ ہیں:

"وكأنه لم يقف على الرواية الواردة بلفظ الضرب." (فتح الباري: ١٢/١٧٨)

جس سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ اس حدیث کے خلاف جس نے کوئی موقف اختیار کیا ہے، اس کی متقدمین اہل علم نے تردید کی ہے، اس لیے کسی نے بھی اس کے متن پر نکارت کا حکم نہیں لگایا۔ علامہ البانی رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسے منکر قرار دیا ہے۔

**(نویں حدیث) ایک معلق روایت:**

امام بخاری رحمہ اللہ نے "كتاب الحج، باب الزيارة يوم النحر" کے تحت فرمایا ہے:

"وقال أبو الزبير عن عائشة و ابن عباس رضي الله عنهما أخّر النبي ﷺ الزيارة في الليل."

یہ معلق روایت گویا امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں کیوں کہ ان کا مقصود و مطلوب مسند روایات ہیں، جیسا کہ کتاب کے نام سے عیاں ہوتا ہے۔ تاہم امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے صیغۂ جزم سے بیان کیا ہے۔ صیغۂ جزم سے بیان کی ہوئی معلق روایات اکثر و بیشتر صحیح ہیں تاہم ان میں بعض وہ بھی ہیں جو ان کی شرط کے مطابق نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے النکت (۱/۳۲۹) اور مقدمہ فتح الباری (ص: ۱۷) میں بیان کیا ہے اور یہ راوی کے ضعیف ہونے کی بنا پر نہیں، بلکہ انقطاع کی بنا پر ہوتا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسی روایت کے متعلق فرمایا ہے:

"إنما العلة رواية أبي الزبير إياه بالعنعنة وهو معروف بالتدليس فلا يحتج من حديثه إلا بما صرح فيه بالتحديث حتى في روايته عن جابر." (إرواء الغليل: ٤/٢٦٥، تحت رقم: ١٠٧٠، ضعيف أبي داود: ٢/١٨٥)

مگر یہ اعتراض محل نظر ہے کیوں کہ ابوالزبیر اگرچہ مدلس ہے، لیکن وہ اسے بیان کرنے میں متفرد نہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہی روایت اپنی سند سے بہ واسطہ امام ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن حیان بیان کی ہے جس میں امام طاوس ابو الزبیر کے متابع ہیں۔ (تغليق التعليق: ٣/ ٩٨)

یہ روایت امام ابوالشیخ نے "جزء ما رواه أبو الزبير عن غير جابر" (رقم: ٨) میں بیان کی ہے، بلکہ یہی روایت سنن ابن ماجہ (حدیث: ۳۰۵۹) اور شرح معانی الآثار (۲/۲۱۹، ۲۲۰) میں بھی ہے۔ ابو الزبیر کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اگرچہ سماع نہیں، مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کا سماع ثابت ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ (السنن الكبرى للبيهقي ٥/ ١٤٤، التغليق: ٣/ ٩٨)

تاہم وہ مدلس ہے، البتہ طاوس اسے مرسل روایت کرتے ہیں اور یہ مرسل ایک اور سند صحیح سے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۴۲۱) میں بھی منقول ہے۔ مرسل کی تقویت جب مرسل سے قابل قبول ہے تو مرسل کی تقویت مدلس کی مرفوع روایت سے قبول ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہے، اس لیے صحیح بخاری کی اس معلق روایت پر اعتراض بھی درست نہیں۔

یہ ہے حقیقت ان روایات کی جن پر علامہ البانی رحمہ اللہ نے نقد کیا ہے۔

سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك.